

ماہنامہ

بیانِ عرفات

رائے بریلی

فیصلے اعمال پر ہوتے ہیں

”آج دنیا میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ اسلام کی تعلیمات بھلا دی گئیں، قرآنی احکامات فراموش ہو گئے، مسلمان علاقوں میں جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دین سے دوری کتنی بڑھتی جا رہی ہے، علم جو اسلام کی بنیاد ہے مسلمانوں سے رخصت ہو گیا، جہالت، باہمی نزاع اور توهہات کی دنیا میں مسلمان بستے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ وہ صفات ہیں جن کی وجہ سے سب کچھ ہور ہا ہے، اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا، اللہ کے فیصلے اعمال پر ہوتے ہیں.....“



مرکز الإمام أبي الحسن الندوی
دار عرفات، تکیہ کلان، رائے بریلی

APR 17

₹10/-

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیانے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

فلسفوں کے سحر میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور ان کا دم بھرنے لگتے ہیں تو ہم انشاء اللہ وحدت اسلامی اور شریعت اسلامی کا دم بھرتے رہیں گے، ہم اسلامی اصولوں اور اسلام کے مسلک زندگی کے معاملہ میں کسی قسم کا سودا کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس ملک میں اور اس ملک کے باہر اپنی اس اصول پسندی اور وفا شعاراتی کی قیمت ادا کرنی پڑے گی، ہمیں بہت سے ان منافع و مواقع سے آنکھیں بند کرنی پڑیں گی جو ہوا کے رخ پر چلنے والی ملوتوں اور فرقوں کو حاصل ہوتے ہیں، لیکن ہمارا یقین ہے کہ ہمارا خدا اگر ہم سے راضی ہے اور ہم خلوص و فہم کے ساتھ اپنے اصولوں پر قائم ہیں تو ہمارے لیے کوئی تنگی اور ہماری قسمت میں محرومی نہیں لکھی ہے، اس لیے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ ساری کائنات ارادہ الہی کے تابع ہے اور اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، ہمارا مسلک اور ہمارا عقیدہ ہے کہ۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیانے
نگاہ یار سلامت! ہزار میخانے“

(کاروان زندگی/۲: ۱۸۸-۱۸۹)

”اگر اجازت دی جائے تو میں بڑے ادب کے ساتھ ایک بات عرض کروں گا، وہ یہ کہ ہندستانی مسلمان خدا کے فضل سے بڑی حد تک اسلام کے معاملہ میں خود کفیل ہیں، وہ اسلام کے اولین و تحقیقی سرچشمتوں؛ کتاب و سنت اور اسلام کے اولین علم برداروں کی سیرت و کردار، ان کی قربانی و ایشارا اور ان کی اولوالعزمی و حوصلہ مندی کی جلائی ہوئی شمع سے روشنی حاصل کرتے ہیں، انہوں نے اپنا عقیدہ و ایمان، اپنا حال و مآل، اسلام کے چمکتے ہوئے سورج کے ساتھ وابستہ کیا ہے، مسلم اقوام یا عرب ممالک کے ابھرتے ڈوبتے ستاروں یا ٹمٹھاتے چراغوں سے نہیں، وہ آنکھ بند کر کے ان میں سے کسی کی انگلی پکڑ کر چلنے والے نہیں، نہ انہوں نے ان میں سے کسی کی اسلام کے ساتھ وفا شعاراتی کو اپنی وفا شعاراتی کی شرط قرار دی ہے، انہوں نے اللہ کے بھروسہ پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اپنے سینہ سے لگائے رکھنا ہے، خواہ دنیا کی کوئی قوم (عرب ہو یا عجم) اس سے بے تعلقی یا روگردانی اختیار کرے، اگر عرب یا دوسرے ممالک کے مسلمان اپنی پرانی تہذیبوں اور قدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

رائے بریلی

پیام عرفات

ماہنامہ

مرکز الامام أبي الحسن الندوی دارعرفات تکیہ کالا رائے بریلی (یوپی)

شمارہ: ۳

اپریل ۲۰۱۷ء

جلد: ۹

سرپرست: حضرت مولانا مسیح مدرس حنفی ندوی مدظلہ (صدر، دارعرفات)
نگران: مولانا محمد واضح رشید حنفی ندوی مدظلہ (جزل سکریٹری، دارعرفات)

گردش ایام

﴿وَتُلْكَ الْأَيَّامُ نُذَاوِلَهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلَيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَخَذَّ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾

(اور یہ (آتے جاتے) دن ہم لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں اور اس لیے تاکہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کر دے اور تم میں شہید بھی بنائے اور اللہ طالموں کو پسند نہیں کرتا)

(آل عمران: ۱۴۰)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حنفی ندوی
مفتی راشد حسین ندوی
عبدالحسان ناخدا ندوی
 محمود حسن حنفی ندوی
محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نصیس خاں ندوی
محمد ارمغان بدایوی ندوی

سالانہ زرعاعون:-/Rs.100/-

Mail: markazulimam@gmail.com

فی شمارہ:-

پرنٹر پاشر محسن ندوی نے ایں، اے، آفسٹ پرنس، مسجد کے پیچھے، چھاٹک عبد اللہ خاں، بیڑی منڈی، اشیش روڈ، رائے بریلی سے طبع کراکر ففر "پیام عرفات"
مرکز الامام أبي الحسن الندوی، دارعرفات، تکیہ کالا رائے بریلی سے شائع کیا۔
www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

۱۳.....	حکومت کی تبدیلی سے سبق! (اداریہ)
۱۴.....	بلال عبدالجی حسینی ندوی
۱۵.....	اخساب نفس کی دعوت
۱۶.....	حضرت مولانا سید محمد راجح حسینی ندوی مظلہ
۱۷.....	ایثار صحابہ کے چند نمونے
۱۸.....	مولانا سید عبد اللہ حسینی ندوی
۱۹.....	توحید کیا ہے؟
۲۰.....	بلال عبدالجی حسینی ندوی
۲۱.....	توبہ و قربانی اور مذہبی پیشواؤ - موجودہ توریت کے
۲۲.....	عبدال سبحان ناخدان ندوی
۲۳.....	جمعہ کے فضائل اور چند احکام
۲۴.....	مفتی راشد حسین ندوی
۲۵.....	جدباتیت - ایک خطرناک مرض
۲۶.....	مولانا احمد حسین پٹنی مظاہری
۲۷.....	رسولوں پر ایمان
۲۸.....	محمد ارمغان بدایوی ندوی
۲۹.....	مغرب اور اسلام
۳۰.....	محمد نعیسی خاں ندوی
۳۱.....	امراء سلطنت کائیلام
۳۲.....	ابوالعباس خاں

الفت ہے دل میں شاہِ زمِن کی

نتیجہ فکر:- امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد
 موزوں کلام میں جو شانے نبی ہوئی
 تو ابتدا سے طبع رواں منتہی ہوئی
 ہر بیت میں جو وصف پیغمبر قم کیے
 کاشاثۃ سخن میں بڑی روشنی ہوئی
 ظلمت رہی نہ پر تو حسن رسول سے
 بیکار اے فلک شب مہتاب بھی ہوئی
 ساقی سلسبیل کے اوصاف جب پڑھے
 محفل تمام مست میں بے خودی ہوئی
 دل کھول کر رسول سے میں نے کیے سوال
 ہرگز طلب میں عار نہ پیش سخنی ہوئی
 تاریک شب میں آپ نے رکھا جہاں قدم
 مہتاب نقش پا سے وہاں روشنی ہوئی
 ہے شاہ دیں سے کوثر و تسینیم کا کلام
 یہ آبرو تمام ہے حضرت کی دی ہوئی
 سالک ہے جو کہ جادہ عشق رسول کا
 جنت کی راہ اس کے لیے ہے کھلی ہوئی
 آزاد اور فکر جگہ پائے گی کہاں
 الفت ہے دل میں شاہِ زمِن کی بھری ہوئی

مدیر کے قلم سے

حکومت کی تبدیلی سے سبق

بلال عبدالحی حسینی ندوی

ایکشن کے جو نتائج سامنے آئے وہ کچھ زیادہ تعجب خیز ہیں، جو ہونا تھا وہ ہوا، حکومتیں آتی ہیں اور جاتی ہیں، مسئلہ اس کا نہیں ہے کہ حکومت کس کی بنی، مسئلہ یہ ہے کہ یہ کیوں ہوا، ہم سے کیا غلطیاں ہوئیں اور غلطیاں بھی سیاسی سے زیادہ بنیادی اور عملی ہیں، جن کے نتیجے سامنے ہیں، اگر مسلمان حکومت کی اس تبدیلی سے سبق حاصل کریں اور اپنے اندر بنیادی تبدیلی لانے کی کوشش کریں تو کیا بعید ہے کہ حکومت کی یہ تبدیلی مسلمانوں کے لیے راحت ثابت ہو۔

اسلام اللہ کی دی ہوئی ایک امانت ہے، اس کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے فرمایا ہے، قرآن اللہ کی کتاب ہے، اس کی حفاظت کا ذکر اللہ نے خود اپنی کتاب میں کیا ہے؟ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (هم ہی نے اس نصیحت (نامہ) کو اتنا رہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)

مسئلہ اسلام کا ہے نہ قرآن کا، مسئلہ ہم مسلمانوں کا ہے، مسلمانوں نے جب اس مضبوط رسی "جبل اللہ" کو چھوڑا تو ان کی حیثیت تنکوں کی ہو گئی، ہوا کے جھوٹکے ان کو جہاں چاہیں اڑاتے پھریں، آج دنیا میں مسلمانوں کی زبوبی حالت کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ اسلام کی تعلیمات بھلا دی گئیں، قرآنی احکامات فراموش ہو گئے، مسلمان علاقوں میں جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دین سے دوری کتنی بڑھتی جا رہی ہے، علم جو اسلام کی بنیاد ہے، مسلمانوں سے رخصت ہو گیا، جہالت، باہمی نزع اور توهہات کی دنیا میں مسلمان بنتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ وہ صفات ہیں جن کی وجہ سے سب کچھ ہورتا ہے، اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا، اللہ کے فیصلے اعمال پر ہوتے ہیں اور احادیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں، مسلمان جب خود دین سے لتعلق ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کے لیے دین کے گھیرے کو تنگ کر دیا جاتا ہے، جب وہ خود دین پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو اللہ کی طرف ایسے حکمراں مسلط کیے جاتے ہیں جو دین پر عمل کرنے کے راستے مسدود کر دیتے ہیں۔

افسوں کی بات ہے کہ مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد خوف کا شکار ہے، جو ظاہری آکڑوں کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں وہ ما یوسی کا شکار ہوتے ہیں، یہ سب تانے بانے انسان بنتا ہے، فیصلے اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں، اور یہ اعمال کی بنیاد پر ہوتے ہیں، حکومت کی تبدیلی سے سب سے بڑا سبق یہ ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں قوت عمل پیدا ہو، اپنی سابقہ نادانیوں سے توبہ کر کے مکمل اسلامی زندگی کا نمونہ غیروں کے سامنے پیش کیا جائے، جو چیز بلند و بالا ہوا س کو بانے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس کو دکھاد بنا کافی ہے، لیکن ہم جن پستیوں میں پڑے ہوئے ہیں اس سے اسلام کی عزت و بلندی، انسانیت و رحمت کا ابدی پیغام دوسروں کے سامنے کیسے آسکتا ہے!

یہ ایک خطرہ کی گھنٹی ہے، ہم اب بھی اگر خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور ہم نے بنیادی علاج کی فکر نہ کی تو ظاہری سیاسی سیاست ہیر پھیر سے نہ کچھ ہوا ہے نہ ہوگا، ہمیں ایک عرصہ کے لیے طے کرنا ہو گا کہ ہم اپنی ساری تو انا بیان تعلیم کے میدان میں لگائیں اور اس میں ابتدائی دینی تعلیم کے لیے جو بھی انتظام ممکن ہو وہ کریں، کوئی مسلمان اسلام کی تعلیم سے محروم نہ رہ جائے، اس کے اندر اتنی ایمانی مضبوطی پیدا ہو جائے کہ وہ لقمه تر نہ بن سکے اور اس کے ساتھ اسلام کا اخلاقی و معاشرتی نظام خاص طور پر اختیار کیا جائے، تاکہ اسلام کا یہ سدا بہار درخت اپنی رعنائیوں کے ساتھ غیروں کے سامنے آ سکے، اور وہ لوگ جو دھوپ کی تماثل میں جملس رہے ہیں ان کو اس درخت کے سامنے میں آرام کرنے کا موقع مل سکے، تو یقیناً یہ دنیا جو آج مسلمانوں کی دشمن نظر آتی ہے، وہ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کی ممنون احسان ہو گی۔

اعراض کرنے کا مزاچکھنا ہوگا، اعراض کا مطلب: کسی چیز کو چھوڑ کر ایک طرف ہو جانا۔

سورہ انبیاء کی دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ جب انسان کو یاد دہانی کی کوئی نئی بات بتائی جاتی ہے تو آدمی توجہ سے ستتا ہے، با اوقات پرانی بات میں بے خیال ہو جاتی ہے، یہ خیال آجاتا ہے کہ کئی مرتبہ سناء ہے اور اب پھر سن رہے ہیں، اس لیے زیادہ خیال نہیں ہوتا، لیکن جوئی بات کہی جاتی ہے، وہ آدمی فوراً توجہ سے ستتا ہے، یہ سوچتا ہے کہ یہ بات ہمیں پہلے معلوم نہیں تھی، یہ بالکل نئی بات ہے، لیکن مشرکین کا معاملہ عجب تھا، ان کو اس طرح کی کسی بات سے کوئی سروکار نہ تھا، اسی لیے فرمایا گیا کہ اگر ان کے سامنے کوئی نئی بات لائی جاتی ہے، جو ان کے فائدہ کی ہو یا آخرت کے معاملہ کی، تو وہ اس کو اس طرح سنتے ہیں کہ حکیل میں لگے ہوئے رہتے ہیں، یعنی اپنی تفریح میں لگے ہوئے رہتے ہیں، اور تفریح کے ساتھ اس کو لیتے ہیں، ظاہر ہے تفریح کے ساتھ جب کسی چیز کو سنا جائے گا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ مشرکین کے دل اہو و لعب میں لگے ہوئے ہیں اور وہ تمثیلوں میں مست ہیں، ان کے دلوں کا قبلہ یہی چیزیں ہیں، اسی لیے ان کے دل کسی نئی بات یا خطرہ کو سننے کے لیے تیار نہیں ہیں، حالانکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ آگے بڑا خطرہ پیش آنے والا ہے، مگر ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں، کسی نے کہا: بڑے زور کی آندھی آرہی ہے، درخت اکھڑے جارہے ہیں، لیکن سننے والا کہے ہاں ہاں ٹھیک ہے، اور پھر اپنے کام میں لگ جائے، کھانے پینے میں مصروف ہو جائے، پگیوں میں مست ہو جائے، تو پھر توجہ یہ ہوگا کہ آندھی آئے گی اور سب کچھ تباہ کر دے گی، اسی طرح ان کے دل آخرت سے غافل ہو کر جس اہو و لعب میں لگے ہوئے ہیں، ایک دن یہ اہو و لعب ان کو تباہ کر دے گا، وہ یہ نہیں سوچتے کہ جوبات کہی جا رہی ہے وہ کتنی اہم ہے اور اس کا کس پر انحصار ہے۔

فرمایا گیا کہ یہ لوگ آپس میں چکپے چکپے باتیں کرتے ہیں اور نبی ﷺ پر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ جوبات کہہ رہے ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں، اس طرح کے لوگ آتے رہتے ہیں، یہ بس اپنی طرف سے اڑا رہے ہیں، ان کی باتوں کی طرف توجہ کی کوئی ضرورت نہیں

احتساب نفس کی دعویٰ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسني ندوی مدظلہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
(مَا يَأْتِيهِم مِّنْ ذُكْرٍ مَّنْ رَّبُّهُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)
(الأنبياء: ۴-۲)

(جب ان کے سامنے ان کے رب کی جانب سے یاد دہانی کی کوئی نئی بات آتی ہے تو وہ اس کو اس حال میں سنتے ہیں کہ وہ حکیل میں مست ہوتے ہیں، ان کے دل تفریح میں لگے ہیں اور وہ آپس میں چکپے چکپے باتیں کرتے ہیں جنہوں نے اپنے حق میں ظلم کیا ہے کہ یہ (نبی) جوبات کہہ رہے ہیں یہ تمہارے ہی جیسے ایک انسان ہیں، کیا تم بصیرت و سمجھ رکھنے کے باوجود جادو میں پڑ جاؤ گے، ان سے کہا (نبی نے) کہ آسمان و زمین میں جو کچھ کہا جاتا ہے میرا رب اس کو جانتا ہے، اللہ تعالیٰ خوب سننے والا بھی ہے اور خوب جاننے والا بھی ہے)

سورہ انبیاء کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے، مگر وہ اپنی دنیا میں لگے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر کھا رہے، وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہاں کتنے دن زندہ رہنا ہے، صرف غفلت میں بہتلا رہتے ہیں اور یہ توجہ نہیں کرتے کہ آگے بھی جانا ہے، غرض کہ غفلت کے سبب اپنے مستقبل یعنی آخرت کے معاملہ سے غافل ہیں، البتہ دنیا کمانے میں، راحت حاصل کرنے میں، مزے اڑانے میں ان کی عقل بہت چلتی ہے اور وہ بہت ہوشیار ہیں، لیکن جہاں آخرت کا معاملہ آتا ہے تو یہاں غافل ہو جاتے ہیں اور اس کے متعلق انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا، اسی لیے ان کی اس حالت کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر بھی وہ اعراض کر رہے ہیں، پیغام الہی سے بے تو جہی کر رہے ہیں، آخرت کے قصور اور آخرت میں جو کچھ ہونے والا ہے اس کے خیال سے ان کا ذہن ہٹ گیا ہے، تو وہ وقت دور نہیں جس میں ان کو

تو اس کو ”کہنا“، ”نہیں بلکہ“ ”بکواس“ سے تعبیر کیا جائے گا، یعنی ایسے الفاظ جس کے معانی نہیں ہوتے، گویا جب تک کہنے کے پیچھے مطلب نہ ہوتا تک اس کو ”کہنا“، ”نہیں کہتے، اسی لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ آتا ہے: ”قل“ (کہو) یعنی اس بات کو سمجھو، اس حقیقت کو جانو، درحقیقت اس حکم میں عمل بھی چھپا ہوا ہے، سورہ اخلاص میں فرمایا گیا: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کہوانے نبی کہ اللہ ایک ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو سمجھو بھی، نہیں کہ بس منہ سے لفظ نکال دو، بلکہ اس کے معانی پر بھی غور کرو۔

غرض کہ مذکورہ آیت میں فرمایا گیا کہ مشرکین سے نبی ﷺ نے کہا: آسمان و زمین میں جو کچھ کہا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، کوئی کچھ کہے اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہے، تم لوگ اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے، بعد میں تاویل کر کے یہ کہو کہ ہم نے تو اس لیے کہا تھا یا یوں کہا تھا، یا ہم نے یہ نہیں کہا تھا، ایسا کچھ نہیں ہے، اللہ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کہہ کر کیا دکھانا چاہتا ہے، کہنا بھی کرنے کی طرح ہوتا ہے، کسی کو گالی منہ سے دی جائے تو وہ کچھ کرنے ہی کی طرح ہوتی ہے، جس کا اثر مخاطب پر پڑتا ہے، اس لیے کوئی یہ کہے کہ ہم نے محض اپنے منہ سے کہا ہے، اسے ہم نہیں مانیں گے، ایسا نہیں ہے، بلکہ آپ نے جو کہا اس پر غور کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، جہاں بھی کچھ کہا جائے، اللہ کو سب معلوم ہے، تم چکے ہو گئے لوگوں کو بہکاؤ گے، پروپیگنڈہ کی کوشش کرو گے، یہ کہو گے کہ نبی کی باتیں غلط ہیں تو یہ کچھ بھی اللہ سے چھپا نہیں ہے، ہر چیز اس کو معلوم ہے، قیامت کے دن جب حساب ہو گا تو پتہ چلے گا، اور اس حساب کا وقت قریب ہی آگیا ہے، حساب کا وقت قریب آنے کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ قیامت کا وقت قریب ہے، دوسرے یہ کہ انتقال کا وقت قریب ہے، انتقال کے بعد آدمی اپنے حساب و کتاب کے لیے اللہ کے سامنے حوالہ ہو جاتا ہے، وہاں انسان کو کسی عمل کا اختیار نہیں ہوتا، نہ وہ تو بہ کر سکتا ہے، نہ ہی کسی قسم کی معدالت پیش کر سکتا ہے، اور نہ اپنی غلطی کا کوئی علاج کر سکتا ہے، جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو گا تو جو کچھ اس نے کیا ہے وہی اس کے پاس ہو گا، وہاں کوئی نئی بات کرنا اس کے اختیار میں نہیں، وہاں تو صرف حساب دینا ہو گا۔

ہے، ایسے لوگوں کے متعلق بتایا گیا کہ یہ لوگ درحقیقت خالم لوگ ہیں، ظلم کے معنی عربی میں یہ ہیں کہ جو کام کرنا چاہیے اس سے ہٹ کر کام کیا جائے، یعنی کوئی صحیح راہ سے ہٹ جائے اور صحیح چیز کو چھوڑ کر غلط چیز میں لگ جائے یہ ظلم ہے، اسی طرح ایسا کام کرنا کہ جس سے آدمی کو نقصان پہنچ عربی کے لحاظ سے یہ بھی ظلم ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ کافر بھی ظلم میں بٹتا ہے، یہ جو ظلم کر رہے ہیں، یہ اللہ کا نقصان نہیں کر رہے ہیں، نہ ہی کسی دوسرے کا نقصان کر رہے ہیں، بلکہ خود اپنے ساتھ ظلم کر رہے ہیں یعنی اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں، اپنے کو صحیح راستے سے ہٹا رہے ہیں، اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ لوگ جس طرح اپنے کو تباہ کر رہے ہیں اس کا کیا انجام ہو گا؟ فی الحال چھوٹی تفریق میں لگے ہیں اور جو اللہ کا حکم ہے اس کو نظر انداز کر رہے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کر رہے ہیں، نبی اکرم ﷺ جو حکم ان کو دے رہے ہیں، اس کے متعلق چنکے چنکے کہتے ہیں کہ ارے یہ ہمارے ہی جیسے ایک آدمی ہیں، جیسے ہم میں لوگ جھوٹ بھی بولتے ہیں، سچ بھی بولتے ہیں اور دھوکہ بھی دیتے ہیں، اسی طرح یہ ہیں، ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یہ ہم جیسے ایک انسان ہیں، ہمارے میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو غلط سلط بات کرتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کر رہے ہیں، الہذا ان سے دھوکہ نہ کھاؤ، یہ جادوگری کر رہے ہیں، یہ جو نئے قسم کی باتیں کرتے ہیں یعنی معجزات دکھاتے ہیں، یہ جادو ہی ہے، اور جادو میں سب کچھ ہوتا ہے، اسی جادو کو یہ معجزہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ان کو ملا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، درحقیقت یہ جادو اور فریب ہے، یہ ہم کو بے وقوف بنانے کے لیے فریب کر رہے ہیں، اس لیے ان کے چکر میں پڑنے کی کوشش نہ کرو، کیا تم لوگ ان کے پاس جادو دیکھنے جاتے ہو، جب کہ تم بصیرت و سمجھ رکھتے ہو، یعنی بجائے اس کے وہ لوگ نبی کی باقتوں کو مانیں اور سینیں، وہاں سے غافل ہیں، اور جو لوگ سننے کے لیے کچھ تیار بھی ہوتے ہیں تو ان کو بہکاتے ہیں کہ جادوگر کے چکر میں کیوں پڑتے ہو، جاؤ اپنا کام کرو۔

اس کے بعد نبی ﷺ کے ذریعہ فرمایا گیا کہ ہمارا رب ساری باقتوں کو جانتا ہے، کون کیا کہنا چاہتا ہے اس کو بھی جانتا ہے، کیونکہ کسی بات کے کہنے میں اس کا مقصد بھی چھپا ہوتا ہے، اگر مقصد نہ ہو

﴿وَيُؤْتُرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةً﴾
 (وہ اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں چاہے خود کو تنی
 ہی ضرورت کیوں نہ ہو)

یہ ہے وہ ترجیح جو انہوں نے دی، اور اللہ کو ان کی یہ ادا پسند
 آگئی، حالانکہ انہوں نے یہ جو معاملہ کیا یہ ایک مہمان نوازی تھی کہ
 اس اجنبی شخص کھانا کو کھلایا، لیکن چونکہ ان کو بھی ضرورت تھی، اور گھر
 کے بچوں کو بھی ضرورت تھی، اور ان سب کو انہوں نے بہلا کر سلا لیا
 اور خود فاقہ سے رات گذاری، اس لیے اللہ کو یہ ادا زیادہ پسند آئی۔

☆ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی پاک ﷺ کی خدمت میں ایک چادر خود اپنے ہاتھ سے بن کر تیار کر کے
 لائی، نبی پاک ﷺ نے اس کو قبول فرمایا، چونکہ اس وقت آپ کو
 چادر کی سخت ضرورت تھی اس لیے آپ نے بخوبی وہ بدیہی قبول
 فرمایا، اور اس کو پہن کر باہر تشریف لائے، جب آپ ﷺ کو اس
 چادر میں ملبوس ایک صحابیؓ نے دیکھا تو کہا: حضرت! یہ چادر، بہت
 اچھی ہے، یہ مجھے پہننا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم نے
 صحیح بات کی ہے، پھر تھوڑی دیر آپ مجلس میں تشریف فرمائے، اور
 اس کے بعد گھر تشریف لے گئے، اور چادر اتار کر ان کو دے دی۔

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ معمول نہیں تھا کہ آپ سے کوئی کچھ
 مانگے تو آپ اس کو واپس کر دیں، لیکن ان صحابی مذکور کو لوگوں نے
 ٹوکا کہ اللہ کے بندے دیکھا تو کرو، حضرت رسول ﷺ کو اس چادر
 کی ضرورت تھی، آپ نے وہ چادر پہن رکھی تھی، تم نے فوراً مانگ لی،
 اس نے کہا: میں نے بھی لائق میں مانگی ہے، اس لیے نہیں مانگی کہ
 میں خود پہنوں، مانگنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اس کو کفن بنانا چاہتا
 ہوں، روایت میں آتا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ہی چادر ان کا
 کفن بنی، گویا اس نے بھی اچھی نیت سے آپ ﷺ سے اس کو مانگا
 تھا کہ یہ حضرت کے جسم سے مس کی ہوئی بارکت چادر ہے، اگر یہ
 مجھل جائے تو میں اسے اپنا کفن بناؤں۔

☆ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ
 نے ارشاد فرمایا: اشعر قیلہ کے جو لوگ ہیں، ان کا عجیب معمول ہے،
 جب یہ لوگ کسی جہاد میں ہوتے ہیں، وہاں کوئی پریشانی لاحق

الیتھار صحابہ کے چند نمونے

مولانا سید عبد اللہ حسني ندوی

☆ ایک مرتبہ ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں بہت تھکا
 ہوا حاضر ہوا، چہرہ سے بھوکا و پریشان معلوم ہوتا تھا، اس نے عرض کیا
 کہ حضرت! میرے گھر کا حال بہت خراب ہے، یعنی کچھ کھانے کو
 نہیں ہے، آپ ﷺ نے فوراً ازواج مطہرات کے جگروں میں کھلا
 بھیجا کہ اس طرح ایک مہمان ہیں، لیکن ہر گھر سے یہی جواب آیا
 کہ پانی کے علاوہ کچھ بھی حاضر نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ رسول پاک
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھروں میں یہی حال رہتا تھا، تین تین ہلال
 (چاند) گزر جاتے تھے اور سر کار دو عالم ﷺ کے گھر میں سوائے
 کھجور و پانی کے کھانے کو کچھ نہیں رہتا تھا، اس کے بعد آپ ﷺ
 نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کوئی شخص ہے جو تم میں سے ان کی
 مہمان نوازی کرے؟ ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے، اور فرمایا
 کہ اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں، چنانچہ خوبی کے ساتھ اپنے
 گھر لے گئے اور بیوی سے کہا: یہ حضرت رسول ﷺ کے مہمان
 ہیں، کیا گھر پر کچھ تواضع کا لفظ ہے، بیوی نے کہا: آج تو کچھ نہیں
 ہے، چھوٹے بچوں کا کچھ کھانا ضرور ہے، باقی اس کے سوا کچھ بھی
 نہیں، انہوں نے کہا: یہ رسول ﷺ کے مہمان ہیں، لہذا ایسا کرو کہ
 بچوں کو بہلا کر سلا دو، اور ان بچوں کا جو کچھ کھانا ہو وہ ان مہمانوں
 کے سامنے لا کر رکھ دو، دستِ خوان لگنے کے بعد ہم دونوں بھی ان کے
 ساتھ بیٹھ جائیں گے، لیکن تم چراغ غل کر دینا، اس وقت ایسا
 احساس باقی رکھنا کہ ہم کھار ہے ہیں، لیکن کھانا کچھ نہیں، سارا کھانا
 نہیں مہمان کو کھلا دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہمان نے شکم سیر ہو کر
 کھانا کھالیا، میز بان اور ان کے اہل و عیال نے بھوکے ہو کر رات
 گذاری، جب صبح دربار رسالت میں حاضری ہوئی، تو اللہ کے
 رسول ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا استقبال فرمایا، ارشاد ہوا: آج،
 آج تمہاری اس ادا کو اللہ نے بہت پسند کیا ہے، اسی پر یہ آیت بھی
 نازل ہوئی:

ہم کو راحت حاصل ہو جائے دوسروں کو ہو یانہ ہو۔

ایثار و ہمدردی کے سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ یہ اسی وقت ہے جب سامنے والے شخص کو ضرورت ہو، اگر کوئی شخص خود پیسہ والا ہے، اور دوسرا شخص ایسا ہے جس کو اللہ نے اس کے مقابل زیادہ دے رکھا ہے، اس کو بھی کوئی پریشانی نہیں ہے، تواب و شخص جس کے پاس بقدر ضرورت مال ہے، زبردستی یہ چاہے کہ اس شخص کی دولت میں سے کچھ حصہ اس کو مل جائے، تاکہ وہ بھی ان کے برابر ہو جائے یہ غلط ہے، یہ چیز صرف اس وقت ہے جب ضرورت ہو، جیسے استجاخانے ہیں، سب خالی ہوں، لیکن اس کے باوجود آپ رک جائیں اور کسی سے کہیں کہ میں رکا ہوا ہوں، پہلے آپ جائیے، ظاہر یہ کوئی ایثار نہیں ہوا، ایثار جب ہے کہ جب ایک ہی استجاخاء خانہ ہو اور پریشانی ہوتی اپنے آپ کو روکا جائے، ورنہ ایثار نہیں، پھر تو ایک دوسرے کو پریشان کرنا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے، اور خود اپنے کو پریشان کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اسلام میں اپنے کو راحت پہنچانے کا بھی حکم ہے، بعض دفعہ اس سلسلہ میں بھی غفلت ہو جاتی ہے، مثلاً: آپ اطمینان سے ہیں، دوسرا شخص بھی اطمینان سے ہے، لیکن آپ زبردستی اپنی چیزیں اٹھا کر اس کو دے دیں، اور اپنی جگہ اس کو دے دیں، یا آپ اسی طرح کا کوئی دوسرا کام کریں تو یہ ضروری نہیں، اسلام میں یہ حکم ہی نہیں ہے کہ آپ اپنے کو تکلیف پہنچائیں، یہ بات تو اس وقت ہو گی جب اس کو تکلیف پہنچ رہی ہو، اب آپ تکلیف اٹھا کر اس کو راحت پہنچائیں تو یہ ایثار ہے، وہ ایثار نہیں ہے، وہ تو بے جا اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا ہے، جس کا شریعت میں حکم نہیں ہے، حکم تو یہ ہے کہ اپنے کو بھی راحت پہنچاؤ اور دوسرے کو بھی، سابقہ سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ جس طرح دوسرے کا مال قابل احترام ہے، اسی طرح اپنا مال بھی قابل احترام ہے، جس طرح دوسرے کی آبرو قابل حرمت ہے ویسے ہی ہماری آبرو بھی قابل حرمت ہے، ہم کو خود اپنی حفاظت کرنی چاہیے، عزت نفس کا خیال رکھنا چاہیے، اسی طرح جسم و جان کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے، راحت ہر انسان کا حق ہے، اگر کوئی انسان اپنے کو راحت پہنچاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، بس ناجائز حدود میں نہ جائے۔

ہو جائے یا جب اپنے شہر میں ہوتے ہیں اور وہاں ان کا غلہ کم ہو جائے، یا ان کے لوگوں کو کوئی بھی پریشانی لاحق ہو تو یہ عجیب ترکیب کرتے ہیں، وہ یہ کہ جس کے گھر میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ سب لے آتا ہے اس طرح ہر کوئی اپنا اپنا سامان لا کر ایک جگہ الٹھا کر دیتا ہے، پھر یہ لوگ آپس میں سارا سامان برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں، آپ ﷺ اس قبیلہ والوں کی اس ادا سے اتنا خوش ہوئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔

اشعری لوگ اس طرح آپس میں برابر تقسیم کرتے تھے کہ کوئی فرق باقی نہ رہ جائے، جتنا غلہ ہوتا وہ سب جمع کر لیتے، اس میں کسی کا زیادہ ہوتا، کسی کا کم، یہ بات ممکن تھی کہ زیادہ غلہ جن کے پاس ہوتا وہ کچھ حصہ اپنے پاس ہی رک لیتے، مگر یہی ایثار ہے، اور اپنے ان بھائیوں کو ترجیح دینا ہے جن کے پاس کچھ نہیں ہے، ان کا نظریہ تھا کہ اگر ہمارے پاس کچھ ہے تو ہم سب مل بانٹ کر کھائیں گے، یہ سب ہمارے ہی گھر کے لوگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ خود غرضی نہیں ہونی چاہیے، اور اصل بات یہی ہے، ان قبیلہ والوں کے اندر خود غرضی نام کی کوئی چیز نہیں تھی، لیکن آج کل دیکھیں خود غرضی کا عالم کیسا ہے، حد تو یہ ہے کہ اگر پڑوسی بھوکا مر رہا ہے تب بھی اس کو نہیں دیں گے، کتنے ایسے لوگ ہیں جو کھانا پھینک دیتے ہیں، لیکن غریبوں میں بانٹ دیں یا جو ضرورت مند لوگ ہیں ان کو دے دیں، ایسا نہیں کریں گے، ایسے لوگ پسیے غلط جگہ صرف کر دیں گے، لیکن ایسا نہیں کریں گے کہ جو ضرورت مند ہیں، ان کو تلاش کر کے دے دیں، اسی طرح اپنے گھروں کو سجائے اور ان کو نہایت خوبصورت بنانے کے لیے جو سراسر تبذیر و اسراف میں داخل ہے، سینکڑوں روپے لگادیں گے، لیکن گھر میں ان کا رشنہ دار بھوکا ہے، بعض اوقات بھیک مانگنے کی نوبت تک آ جاتی ہے، اس مجبور شخص پر پیسہ نہیں لگائیں گے، درحقیقت یہ خود غرضی مختلف شکلیں ہیں، جو کہ آج بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں، آج کل جو باطنی امراض ہیں ان میں ایک مرض یہ بھی ہے کہ ہر شخص خود غرض ہوتا چلا جا رہا ہے، ہر ایک کا نفظہ نظریہ ہے کہ بس ہم کو مل جائے، دوسروں کو ملے یانہ ملے، ہم کو فائدہ پہنچ جائے دوسروں کو ہو یانہ ہو،

تو حید کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسني ندوی

آپ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں آپ کو آپ کی وفات کے بعد خدائی کا درجہ نہ دے دیا جائے، اسی لیے یہ بات فرمائی کہ جیسے عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ان کے مانے والوں نے کیا، اس طرح تم نہ کرنا، اس بات کو ہمیشہ حظوظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ آپ اللہ کے بندے ہیں تو کہا جائے کہ آپ اللہ کے بندے ہیں، یہ (بندہ) اللہ کی خاص پسندیدہ صفت ہے، سب سے زیادہ بندہ جس چیز سے اللہ کے قریب ہوتا ہے، وہ اللہ کی بندگی ہے، اس کی عبدیت ہے، آپ دیکھئے قرآن مجید کے اندر آپ ﷺ کا جہاں پر سب سے اوپنچا تذکرہ ہے، وہاں آپ کے لیے کون سا لفظ استعمال کیا گیا ہے، معراج سے بڑھ کر کون سا مقام ہوگا، سب سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ نے بلایا، وہاں ہم کلام ہوا اور نماز کا تحفہ دیا گیا، اور خدا جانے اللہ نے کس کس طرح سے نوازا، وہاں پر آپ ﷺ کے لیے جو لفظ استعمال ہوا وہ ”عبد“ کا لفظ ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيَلَّا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (الاسراء: ۱)

(یاک سے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی)

ہے، اس لیے عقیدہ تو حید کو راستہ مکمل کرنے کے لیے اس حقیقت کو سمجھنا بے حد ضروری ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا جو مقام ہے وہ مقام آپ کا ہے، اور جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا مقام ہے وہ مقام اللہ تعالیٰ کا ہے، اللہ رب ہے باقی سب بندے ہیں، البتہ بندوں میں جو سب سے افضل ترین، اعلیٰ ترین مقام حاصل ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہے، اس لیے جگہ جگہ آپ کو اس کی وضاحت ملے گی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا جو مقام ہے، وہ معبدیت کا، الحیث کا ہے، قرآن و حدیث میں اس کو بہت زیادہ نمایاں کیا گیا ہے، تاکہ غلط فہمیاں قائم نہ رہیں۔

قرآن شریف میں آپ ﷺ کے ذریعہ اہل کتاب سے یہ کہا گیا کہ ہم اور تم میں ایک طرح تو حید کا اشتراک ہے، لیکن جو ناقص تو حید ہے اس کو تم کامل بنالو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم سب صرف ایک اللہ کی بندگی کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کو چھوڑ کر اپنارب نہ بنالے، رب بنانے کا مطلب بھی ہے کہ ان کو پوری طرح شارع سمجھ لیا جائے، وہ جو کہہ رہے ہیں گویا وہ آخری بات ہے، وہ جو چاہیں کریں، یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کے لیے نہیں، بلکہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے علماء کے لیے بھی یہ بات سمجھتے ہیں، ان کا تصور یہ ہے کہ وہ جو کہہ دیں بس وہی دین ہے، ایسا نہیں ہے، علماء جو کہہ دیں وہ دین نہیں ہے، علماء وہ کہتے ہیں جو دین ہے، اگر کوئی عالم ایسا ہو جو اپنی طرف سے کوئی بات کہہ دے، تو ظاہر ہے کہ اس کی بات نہیں مانی جائے گی، کھلی بات ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے، یہ ہر آدمی جانتا ہے، ہر بچہ اور جاہل بھی جانتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اب کوئی عالم کہے کہ پانچ وقت کی نماز کی فرض نہیں ہیں، فخر کی نماز معاف کردی گئی ہے، چار وقت کی نماز ہے، تو بچہ بھی چیخ کر کہ گا کہ میاں! تم جھوٹ بولتے ہو، پانچ وقت کی نماز ہے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کہتا ہے، ہر جگہ موجود ہے، ساری دنیا جانتی اور مانتی ہے، آپ کون ہوتے ہیں اس میں تصرف کرنے والے، اس کے متعلق ایک بچہ کو بھی یہ کہنے کا حق ہے، اب اگر کوئی یہ کہنے کے نہیں یہ عالم ہیں، یہ جو کہہ دے وہ صحیح ہے، تو یہ شرک کی قسم ہے، جیسا کہ آیت میں کہا گیا کہ ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب نہ

غور کا مقام ہے کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ چاہتا تو یہاں کوئی دوسراللفظ استعمال کر لیتا، ہزاروں الفاظ آپ ﷺ کے لیے استعمال ہو سکتے تھے، لیکن ”عبد“ کا لفظ استعمال کر کے اللہ نے یہ دکھایا کہ آپ کو اتنا نوازا گیا، اللہ سے قریب کیا گیا، اور آپ سے بڑھ کر نہ دنیا میں کوئی پیدا ہوا، نہ ہوگا، ساری نوازشیں آپ پر ہوئی ہیں اور ہوں گی، قیامت تک ہوتی رہیں گی، آپ کو وہ مقام ملے گا جو کسی کو نہیں ملے گا یعنی ”مقام محمود“، لیکن واضح رہے کہ آپ اللہ کے بندے ہیں، اور آپ کی یہی عبدیت کاملہ ہے جس نے آپ کو یہ مقام عطا کیا ہے، آپ ﷺ کی پوری زندگی اسی عبدیت کاملہ کا مظہر



کہ کسی نے کہہ دیا تو فوراً مان لیں، اسلام میں یہ کسی کا مقام نہیں۔
اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان ”کلمہ سواء“ پر جمع ہونے
کی دعوت دینے کے بعد فرمایا گیا کہ اگر وہ نہیں مانتے تو بس دعوت
دے دو، اپنی بات پہنچا دو، پھر نہیں مانتے تو تم اس بات کو کہہ دو کہ تم
گواہ رہنا کہ ہم تو مانے والے ہیں، ہم اپنا سر جھکانے والے ہیں،
اس سے معلوم ہوا کہ ہماری یہی شان ہونی چاہیے، ہم دعوت دیں
گے، کوئی مانتا ہے یہ اس کی سعادت کی بات ہے، اور اگر نہیں مانتا تو
اللہ نے اس کے لیے ہدایت نہیں رکھی، لیکن ہماری ذمہ داری یہ ہے
کہ ہم اسی راستے پر چلتے رہیں۔

شان انبیاء:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ تَدْرُسُونَ﴾ (آل عمران: ۷۹)
(کسی انسان سے یہ ہونہیں سکتا کہ اللہ نے اس کو کتاب اور
حکمت و نبوت دی ہو پھر وہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ اللہ کے بجائے
میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یہی کہے گا کہ) اللہ والے بن جاؤ،
چونکہ تم کتاب کی تعلیم کرتے اور جیسے تم خود اس کو پڑھتے رہے ہو)
اس آیت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کو خاص طور پر
مخاطب کیا جا رہا ہے، ان کا کام یہ ہے کہ وہ توحید کی بات کہتے ہیں،
وہ ایک اللہ کی طرف بلاتے ہیں، کسی بھی انسان کے لیے زیاد نہیں
جس کو اللہ نے کتاب دی ہو، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو نبوت
و حکومت بھی دی ہو، فیصلہ کی طاقت دی ہو، حکمت دی ہو، یعنی اس
کو نبوت ملی ہو، اللہ نے اس کو رسالت سے سرفراز کیا ہو، اس کو
حکمت دی ہو، دانائی کی باتیں دی ہوں، اس کے لیے پھر ہو ہی
نہیں سکتا کہ وہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، وہ اس
کی دعوت دے گا؟ اس کو تو اسی لیے بھیجا گیا کہ وہ ایک اللہ کی
طرف بلائے، وہ توحید کی دعوت دے، ممکن نہیں ہے کہ وہ یہ کہے
کہ میرے بندے بن جاؤ، اور اللہ کو چھوڑ کر مجھ کو اپنارب اور اپنا
معبد سمجھو، وہ تو یہ کہے گا کہ تم جو کتاب پڑھتے پڑھاتے ہو، اس کا
نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے کہ تم ربانی بن جاؤ، اللہ والے بن جاؤ، ایک اللہ
کو مانو، اس کے آگے سر جھکاؤ، یہ تمام انبیاء و رسول کی دعوت ہے،
وہ اسی لیے آئے، لیکن ہوا یہ کہ انبیاء کے جانے کے بعد ان کے
ماننے والوں نے غلوکیا..... (باقی صفحہ نمبر ۲۰ پر)

بنالے کہ وہ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں کہیں، ہم ان کے مکلف
ہیں، جہاں یہ بات پیدا ہوگی وہاں تحریف کا دروازہ کھل جاتا ہے،
حدیث شریف میں فرمایا گیا:

”یرث هذا العلم من كل خلف عدو له ينفعون عنه
تأویل العاهلين و انتحال المبطلين و تحریف الغالین“

(اس علم کے ہر نسل میں ایسے عادل و متقدم حامل و وارث ہوں
گے جو اس دین سے جاہلوں کی دوراز کارتاؤیلات کو، اہل باطل
کے غلط انتساب و دعوے کو اور غلو پسند لوگوں کی تحریف کو دور کرتے
رہیں گے)

حدیث شریف میں تحریف کا دروازہ کھلنے کے متعلق اسی غلوکی
طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ غلو بحت و تعظیم میں ہوتا ہے، واضح رہے
کہ علماء کی اہمیت و احترام اپنی جگہ پر، لیکن وہ شارع نہیں ہیں، وہ جو
چاہیں کہہ دیں ایسا نہیں ہے، وہ کتاب و سنت کے ترجمان ہوتے
ہیں، وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے، جو اپنی طرف سے کہے گا وہ بھلکے
گا، اگر کوئی کہتا ہے کہ تمہارے لیے نماز روزہ معاف، تو اس کا دین
اسلام سے کوئی تعلق نہیں، آج یہی ہو رہا ہے، بہت سے پیر دیہا توں
میں جا کر کہتے ہیں کہ اتنے پیسے دے کر کفارہ ادا کر دو، تمہارے
روزے معاف کئے جاتے ہیں، بس ہمیں دے دو، ہماری جیب
بھرتے رہو، تمہاری نماز معاف ہے، ہمیں فی نماز سور و پی دے
دو، اس طرح وہ روپے بٹو رہے ہیں، رمضان بھر کی پوری نماز
معاف کر دی اور پندرہ ہزار ایک سے لے لیے، حقیقت یہ ہے کہ یہ
سب پیسے بٹو نے کے طریقے ہیں، اور یہ آج کی کوئی نئی بات نہیں
ہے، بلکہ یہودی علماء نے یہی کیا، نصاری میں جو علماء تھے ان سے
بھی اس طرح کی غلطیاں ہوئیں، یہودیوں نے تو خاص طور پر یہی
کیا، وہ من مانی کرتے تھے، جہاں گئے وہاں کہا کہ بتاؤ تم کو کس
طرح کا فتویٰ چاہیے، جو تمہیں چاہیے اس کے حساب سے فیس ادا
کرو، تمہیں فتویٰ مل جائے گا، یہ وہ علمائے سوئے ہیں جن سے امت کو
سخت نقسان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے، یہ امت کو گمراہ کرتے ہیں، یہ
جو ہمارے عوام ہیں جو زیادہ نہیں جانتے، وہ موئی موئی باتیں تو
جانتے ہیں، پاچ وقت کی نماز فرض ہے سب جانتے ہیں، اب اگر
کوئی کہے کہ نماز معاف کی جاتی ہے تو ان کو ٹھنک جانا چاہیے، یہ نہیں

توہہ و قربانی اور مذہبی پیشوا

موجودہ توریت کے تناظر میں

نذریں، ایک اور عنوان ہے ”جرم کی قربانی“، اس میں یہ عبارت ملاحظہ ہو: ”جرائم کی قربانی کا جانور اسی جگہ ذبح کیا جائے جہاں سوچنی قربانی کا جانور ذبح کیا جاتا ہے، اور اس کا خون مذبح کے مقابل تمام اطراف میں چھڑک دیا جائے، اور اس کی ساری چربی نذر کے طور پر چڑھائی جائے۔ اور دونوں گردے اور ان کے اوپر کی چربی اور جگر کی جملی گروں سمیت ان سب کو الگ کر لیا جائے، کاہن ان کو خداوند کے لیے بطور آتشین قربانی مذبح پر جلائے، یہ جرم کی قربانی ہے اور کاہن کے گھرانے کا ہر فرد اسے کھا سکتا ہے، لیکن یہ کسی پاک جگہ کھائی جائے، یہ نہایت ہی پاک ہے..... اور ہر ایک نذر کی قربانی خواہ اس میں تیل ملایا ہو یا وہ خشک ہو، اس میں سے ہارون کے سب بیٹھے برابر حصہ پائیں گے۔ (احباد: ۷: ۶-۱۰)

اسی طرح اس باب میں مختلف قربانیوں کا ذکر ہے، جیسے سوچنی قربانی، جرم کی قربانی، خطا کی قربانی، اناج کی نذریں، رفاقت کا ذبیحہ، اناج کی قربانی، ان میں بعض عناءوں دو دو ذکر کرنے کے گئے ہیں، اور ہر عنوان کے تحت کاہنوں کا حصہ ضرور دکھایا گیا ہے، بلکہ الگ سے ایک عنوان ہی ”کاہنوں کا حصہ“ کے نام سے ہے، اس کی یہ عبارت ذرا دیکھی جائے: ”میں نے بنی اسرائیل کی رفاقت کی قربانیوں میں سے وہ سینہ جو اور پر اٹھا کر ہلایا گیا اور وہ ران جو پیش کی گئی لے کر انہیں ہارون کاہن اور اس کے بیٹوں کو دے دیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی جانب سے ان کا داعی حصہ ہو۔“ (احباد: ۷: ۳۲)

آگے مزید سینے: ”یہ ہے ان قربانیوں کا حصہ جو خداوند کو بذریعہ آتش پیش کی گئیں اور جو اس دن ہارون اور اس کے بیٹوں کے لیے مقرر کیا گیا جب انہیں بطور کاہن خداوند کے حضور خدمت انجام دینے کے لیے پیش کیا گیا تھا جس دن انہیں مسح کیا گیا اس دن خداوند نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کاہنوں کو ان کا یہ حصہ با قاعدہ طور پر پشت در پشت دیتے رہیں“ (احباد: ۷: ۳۵-۳۷)

خطا کی معافی کے لیے بھی کفارہ ضروری تھا، اس میں بھی کاہن ہی واسطہ بنتا تھا، توریت میں خطا کی قربانی کے عنوان سے جو ضوابط بیان کیے

موجودہ توریت میں گناہوں سے توبہ کے لیے کاہن کی شرط جگہ جگہ نظر آتی ہے، یعنی جب تک اس دینی ذمہ دار کے پاس جا کر آدمی اپنے آپ کو پاک و صاف نہیں کرے گا تب تک اس کا گناہ معاف نہیں ہوگا، پھر اس کے لمبے چوڑے طریقے بھی ذکر کیے گئے ہیں، اسی طرح ہر گناہ کا کوئی نہ کوئی کفارہ ضرور کھا گیا ہے، جس میں ایک حصہ اسی مذہبی پنڈت یا پروہت کا ضرور رکھا گیا ہے جو گناہ معاف کرواتا ہے، تب اس پر بھی ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان مذہبی ٹھیکیداروں کی بڑی اپنی حیثیت دکھائی گئی ہے، جس کے سامنے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت بھی کچھ دب سی جاتی ہے، جب کہ یہ بات طے ہے کہ ہر زمانہ کا نبی اپنے دور میں مطاع ہوتا ہے، جس کی غیر مشروط اطاعت لازم ہے، گرچہ توریت میں یہ مذہبی ذمہ داری حضرت ہارون کی اولاد کو تفویض کی گئی ہے، پھر بھی ایک نبی کی موجودگی میں غیر نبی کو اس درجہ اہمیت دینا یہ دکھاتا ہے کہ یہاں بھی تحریف کی جھاڑ و پھیری گئی ہے، توبہ و استغفار کو بہت مشکل پنا کر دکھایا گیا ہے، اور ان دینی ذمہ داروں کو جس شکل میں پیش کیا گیا ہے وہ ایک موحد قوم کے ائمہ ہدایت معلوم نہیں ہوتے ہیں، بلکہ ایک مشرق قوم کے مذہبی ٹھیکیدار سے لگتے ہیں، جیسے ہندوستان میں مندروں کے پچاری اور پنڈت ہوتے ہیں، یا مزاروں کے سجادہ نشین ہوتے ہیں، جن کا کام ہی عوام سے نذرانے وصول کرنا اور ان کو جنت کے نکٹ فراہم کرنا ہے، توریت کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

”میرے لیے آگ میں جلا کر چڑھائی جانے والی نذریں میں سے میں نے اسے ان کے حصہ کے طور پر (یعنی حضرت ہارون اور ان کی اولاد) انہیں دیا ہے، اور خطا کی قربانی اور جرم کی قربانی کی طرح یہ بہت ہی پاک ہے، اور ہارون کی نسل کے سارے فردا سے کھا سکتے ہیں، اور خداوند کو بذریعہ آتش پیش کی جانے والی قربانیوں میں سے پشت در پشت ان کا حصہ انہیں قانوناً ملتا ہے گا، اور جو کوئی ان سے چھو جائے وہ پاک ٹھہرے گا۔“ (احباد: ۶: ۱۸)

یہ عبارت جہاں سے ہم نے لی ہے اس کا عنوان ہے ”اناوج کی

گئے ہیں، اس کی آخری عبارت یہ ہے:

”اس طرح کا ہن ان خطاؤں میں سے جو اس سے (یعنی خطاكار سے) سرزد ہوئی ہیں کسی خطاكے لیے اس کا کفارہ دے تو اسے معافی ملے گی، اور نذر کا باقی حصہ کا ہن کا ہوگا، جیسا کہ اناج کی نذر کا ہوتا ہے۔“

اسی طرح رفاقت کا ذبیحہ کے عنوان کے ذیل میں توریت کی عبارت ملاحظہ کی جائے: ”اور رفاقت کے ذبیحہ کی قربانی کے ساتھ جو شکرانہ کے لیے ہوگی وہ خیری تکیا بھی نذر پیش کرے اور ہر چیز حادثے کا ایک ایک حصہ وہ خداوند کے لیے ہدیہ کے طور پر لائے اور یہ اس کا ہن کا ہوگا جو رفاقت کے ذبیحہ کا خون چھڑ کتا ہے۔“ (احباد: ۱۳-۱۴)

ایک طرف توریت کی رو سے گناہ سے قوبہ کے لیے یہ قوانین نظر آتے ہیں، دوسرا طرف قرآن کریم کو دیکھیں کہ بنی اسرائیل کے لیے کس قدر صاف شفاف اور واضح قوانین بیان کرتا ہے، جس میں نہ واسطے ہیں، نہ نذرانے، نہ متعین احکام کا ذکر ہے، جن کی پابندی پر اللہ کی طرف سے گناہ کی معافی اور جنت میں داخلہ کا اعلان ہے، ارشاد ہے:

»وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِنْيَاتِكُمْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعْشَا مِنْهُمُ الَّذِينَ عَشَرَ نَقِيَّاً وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقْمَتُمُ الصَّلَاةَ وَأَتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَأَمْتَمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّزْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قُرْضاً حَسَنَا لَا كَفَرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا ذِلْكُنَّكُمْ جَنَاحٌ تَحْرِي منْ تَعْتَقِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاء السَّبِيلُ« (المائدۃ: ۱۲) (اللہ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ نقیب روانہ کیے، اللہ نے یہ کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور میرے رسولوں پر پورا ایمان رکھو، ان کی مدد کرو، اور اللہ کو اچھا قرض دو (نہ کہ کاہنوں کی جیسیں بھرو) تو میں ضرور تمہاری تمام برائیوں کا خاتمہ کر دوں گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہیں روای دواں ہوں گی، اس کے بعد بھی اگر تم میں سے کوئی ٹھکرائے گا تو وہ واقعہ صحیح راستہ سے بھک کر دو رجا گرا)

دوسرا طرف یہ ارشاد ہے، واضح رہے یہ بات بھی بنی اسرائیل ہی سے کہا جا رہی ہے:

»وَإِنِّي لَغَفَارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى« (طہ: ۸۲) (اور میں تو ہر اس شخص کی پوری مغفرت کرتا ہوں جو قوبہ کرے، مکمل ایمان لائے، عمل صالح کرے اور پھر صحیح راستہ پر جمارے)

تیسرا جگہ ان کے عہد کو یوں بیان کیا گیا ہے:

»وَإِذَا أَخَذْنَا مِنْيَاتِكُمْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوْا الزَّكَاةَ« (آل عمران: ۸۳) (ہم نے بنی اسرائیل سے یہ مضبوط عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے، والدین کے ساتھ بہترین سلوک کرو گے اور قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک رکھو گے، اور یہ عہد بھی لیا کہ لوگوں سے اچھی بات کہو، نماز قائم رکھو اور زکاۃ دیتے رہو)

ان ارشادات سے جو تصویر ابھری ہے وہ عین بنی اسرائیل کے مطابق ہے، وہ ایک موحد قوم تھے، جس طرح اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو مخاطب کیا ہے، لگ بھگ وہی انداز بنی اسرائیل کو مخاطب کرنے کا ہے، ان تمام ارشادات میں کہیں بھی ان واسطوں اور نذر انوں کا اشاروں میں بھی ذکر نہیں ہے جن کو توریت سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کرتی نظر آتی ہے، بلکہ قرآن کے بیان سے تو بھی متشرع ہوتا ہے کہ بعد میں جب گمراہی جڑ پکڑنے لگی تو اس طرح کی خرافات مذہب کے نام پر دین میں گھس آئی ہوں، جن کا واحد مقصد مذہبی ٹھیکیداروں کو کھلا پلا کر موتا کرنا اور عوام الناس کو حقیقت سے بے خبر رکھ کر مصنوعی جنت کے ٹکٹ فروخت کرنا ہو، قرآن کریم اس حقیقت سے پر دہ یوں انھاتا ہے:

»يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَخْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصْنُدُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ« (التوبۃ: ۳۴) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت سارے یہودی عالم اور عیسائی را ہب لوگوں کا مال ناقص ہر پر کرتے تھا در اللہ کے راستے سے روکتے تھے)

اندازہ بھی ہے کہ یہ کوئی سادہ سی شکل رہی ہوگی، یعنی گناہ سرزد ہونے پر کسی اللہ کے نیک بندے کے پاس آ کر کوئی اس سے بھی استغفار کی درخواست کرتا ہوگا، اسی طرح نیکی کے جذبے سے کوئی چیز اللہ کے راستے میں قربان بھی کرتا ہوگا، اسی کو بعد میں مذہبی رنگ دینے کے لیے توریت میں تحریفات کا ایک انبار لگا دیا ہوگا، جس کی رو سے کسی شخص کا کوئی گناہ کا ہن (مذہبی پیشوں) کے سامنے حاضر ہو کر معافی تلافی کیے بغیر معاف ہو ہی نہیں سکتا تھا، اور بعد میں بھی چیز ایک مذہبی کاروبار بن گئی ہو، جس کے ذریعہ ایک طبقہ مال کی حص میں کتاب اللہ کے پرچے اڑاتا تھا، اور دوسرا طبقہ ان ہی کی دی ہوئی جھوٹی بشارتوں کا سہارا لے کر ہر طرح کی گندگیوں کے

لاش چھوئے گا وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ (احباد: ۱۱؛ ۲۳)

مزید یہ بھی سن لیجئے: ”اور اگر ان میں سے (یعنی ناپاک چیزوں میں سے) کوئی کسی مٹی کے برتن میں گرجائے تو اس کے اندر کی ہر ایک چیز ناپاک ہو جائے گی، لہذا تم اس برتن کو توڑانا۔“ (احباد: ۱۱؛ ۳۳)

جو کوئی ان مرے ہوئے زمین پر رینگنے والے جانوروں کو چھوئے گا وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ (احباد: ۱۱؛ ۳۳)

اسی طرح جو خواتین ولادت کے مرحلہ سے گزریں ان کی پاکی کے لیے بھی کاہن کا واسطہ ضروری قرار دیا گیا ہے، یہ عبارت ملاحظہ ہو: ”جب لڑکے یا لڑکی کے لیے اس کی طہارت کے دن پورے ہو جائیں تو سختی قربانی کے لیے یک سالہ بڑہ اور خطا کی قربانی کے لیے کبوتر کا ایک بچہ یا ایک فری خیمه اجتماع کے دروازے پر کاہن کے پاس لائے اور کاہن ان کو اس عورت کا فارہ دینے کے لیے خداوند کے حضور پیش کرے تب وہ اپنے جریان خون سے رسما پاک ہوگی۔ (احباد: ۹؛ ۱۲-۷)

اسی طرح بیماریوں کے تعلق سے بھی قوانین بظاہر افسانہ معلوم ہوتے ہیں، اس میں بھی کاہن کے توسط سے پاکی یا ناپاکی کا فیصلہ کیا جائے گا، یعنی جب تک کاہن خوب جانچ پر کہ کر فیصلہ نہیں کرتا تب تک ایسا شخص درمیانی حالت میں معلق رہے گا، پھر کاہن کا جو بھی فیصلہ ہوا سے ماننا اس کے لیے لازم ہے۔

بہت غور کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبی پیشواؤں کی یہ خاص حیثیت شاید ان مذہبی ٹھیکیداروں نے خود ہی متعین کی ہو اور توریت میں اسے داخل کر کے شاید مذہبی تقدس میں بھی حاصل کر لیا ہو، کھانے پینے کے سلسلہ میں یہ کہیں بھی سمجھوتہ کرتے نظر نہیں آتے، اس سے اس شبہ کو اور تقویت ملتی ہے، ان کو چونکہ خطرہ تھا کہ کوئی اور اس میدان میں ان کا ہمسر یا صحیح الفاظ میں ہم شکم نہ بنے، اس لیے مقدس نذریں کاہنوں کے علاوہ بقیہ سب کے لیے مذہبی اعتبار سے منوع قرار دی گئیں، توریت کہتی ہے: ”اور کاہن کے خاندان سے باہر کا کوئی شخص اس مقدس نذر کو نہ کھائے اور نہ ہی کاہن کا مہمان یا اس کا مزدور اسے کھائے۔“ (احباد: ۱۱؛ ۲۲)

بلکہ کوئی بے چارہ ٹھلٹی سے بھی کھائے تو سود سمت اسے واپس کرنا ضروری ہے، اور اگر کوئی نادانستہ کسی مقدس نذر کو کھائے تو وہ اسے اس کی قیمت کے پانچویں حصے کے برابر اضافہ کے ساتھ کاہن کو لوٹائے، اس کے بعد کاہنوں کو ڈانٹ پلانی گئی ہے کہ..... (باقی صفحہ ۱۲ پر)

باوجود اپنے آپ کو پاک و صاف اور جنت میں داخلہ کا اعلیٰ درجہ کا مستحق بھی سمجھتا ہوگا، شاید اس آیت کا مطلب یہی ہو گا جو آگے پیش کی جا رہی ہے: ﴿تَحْذِيلُوا أَهْجَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمُسِيحَ أَبْنَنَ مَرِيمَ﴾ (التوبۃ: ۳۱) (انہوں نے اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کو اور عیسیٰ بن مریم کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا)

اسی طرح قرآن مجید میں جا بجا اس کا جو تذکرہ آیا ہے کہ یہود کتاب الہی کی آیات کو نیچے کھایا کرتے تھے، اس کی ابتداء بھی شاید ان ہی کاہنوں کے نذرانے ہوں۔ واللہ اعلم، ارشاد الہی ہے:

﴿وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ تَبَيَّنَتْ لِلنَّاسِ وَلَا تَكُمُونَهُ فَنَبْذُلُهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَأَشْتَرُوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَيُغَسِّلُ مَا يَشْتَرُونَ﴾ (آل عمران: ۱۸۷) (اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی یہ عہد لیا تھا کہ تم اس کو ضرور لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کر دو گے اور اس کو چھپاوے گے نہیں تو انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض تھوڑے دام مول لیے تو کیسا بدترین سودا وہ کر رہے ہیں) ایک اور چیز جو توریت کے مطالعہ کے دوران مکملتی ہے وہ ہے پاکی اور ناپاکی کا قانون، اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لیے کس قدر آسان ضوابط عطا کیے ہیں، ان کی قدر توریت میں موجود حکام کو دیکھ کر ہوتی ہے، اب یا تو یہ ہو سکتا ہے کہ ان حکام میں بھی یہودیوں نے اپنی افادة طبع کی بنا پر تحریف کی ہو اور جو چاہا لکھ مارا ہو، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود یہود کی شرارتیوں کی بنا پر اللہ نے بطور سزا کے یہ سخت قوانین جاری کیے ہوں، قرآن کریم میں اس دوسری چیز کی طرف اشارات ملتے ہیں، ارشاد ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمَنَا عَلَيْهِمْ طَيَّبَاتٍ أَحِلَّتْ لَهُمْ﴾ (النساء: ۱۶۰) (تو یہودیوں کی زیادتیوں کی بنا پر ہم نے کہتی ہی پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی جا سکی تھیں) طیبات سے مراد صرف کھانے پینے کی چیزوں میں ہو سکتیں، اس کے مفہوم کو وسیع کیا جائے تو پاکیزہ زندگی بس رکنے کے لیے جن پاکیزہ ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب طیبات میں شامل ہیں، چونکہ یہود کے ظلم کی پاداش میں بہت ساری پاکیزہ چیزوں سے یہ محروم ہیں، تو پاکی اور ناپاکی کے یہ سخت قوانین بھی تحریم طیبات کی قبیل سے ہو سکتے ہیں، بہر حال اس سخت قانون کے کچھ نمونے ملاحظہ ہو:

”تمہیں ناپاک کر دینے والی چیزیں یہ ہیں اور جو کوئی انسان ان کی

جمعہ کے فضائل اور چند احکام

مفتی راشد حسین ندوی

جمعہ کے دن کی احادیث میں کثرت سے فضیلیتیں وارد ہوئی ہیں، جمعہ کی نماز کا حکم دینے کے لیے قرآن مجید میں ایک مکمل سورہ "سورۃ الجمعة" کے نام سے ہے، اور اس کی فضیلیتیں بیان کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جن دنوں پر سورج نکلتا ہے، ان میں سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن ان کو جنت سے نکالا گیا اور قیامت جمعہ ہی کے دن پیش آئے گی۔ (مسلم)

جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک گھنٹی ایسی ہے جو بہت ہی مختصر گھنٹی ہے، جو کسی بندہ مومن کو نصیب ہو جائے اور اس میں وہ دعائے خیر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور مرحمت فرماتا ہے۔ (تفقیع علیہ)

یہ ساعت اور قبولیت دعا کا یہ وقت اللہ تعالیٰ نے اصلاً مخفی رکھا ہے، اس لیے بالکل معین وقت نہیں بتایا جاسکتا، لیکن احادیث میں دو اوقات کو اس کا ممکنہ وقت بتایا گیا ہے، ان دنوں اوقات میں اس وقت کے ہونے کا زیادہ امکان ہے، ایک وقت کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو جمعہ کی ساعت کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ختم ہونے تک ہے (مسلم) اجابت کا یہ وقت زیادہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، لیکن اس وقت دعا دل میں کرنی چاہیے، اس لیے کہ اس وقت زبان سے دعا اور کلام وغیرہ کی ممانعت ہے۔ (شامی: ۶۰۶-۶۰۹)

دوسرा وقت عصر کی فرض نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک ہے، اس کے بارے میں ترمذی میں یہ روایت ہے: حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ وقت

جس میں دعا قبول ہونے کی جمعہ کے دن امید ہوتی ہے، اس کو عصر کے بعد سے سورج ڈوبنے تک تلاش کرو۔ علامہ شامی زرقانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: بیا لیں اقوال میں سے یہ دو قول صحیح کردہ ہیں، اور یہ وقت ان دنوں کے درمیان دائر رہتا ہے، لہذا ان دنوں اوقات میں دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (شامی: ۱/۶۰۹)

جمعہ کے دن درود: جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لیے کہ اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، فرشتے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور جب بھی کوئی میرے اوپر درود بھیجتا ہے تو اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ درود سے فارغ ہو جائے، میں نے عرض کیا: کیا (آپ کی) وفات کے بعد (بھی ایسے ہی رہے گا؟) آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے بدن کو کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

جمعہ کے دن موت: موت اگرچہ ایک غیر اختیاری چیز ہے، لیکن حدیث میں ذکر ہے کہ جمعہ کے دن کی موت بڑی سعادت ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عمر و ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کی موت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات (یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن کی درمیان رات) کو واقع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے قنة (سوال و عذاب) سے محفوظ کر دیتا ہے۔ (مسند احمد و ترمذی و قال الترمذی: هذا حديث غريب وليس استناده بمتصل)

جمعہ کے دن غسل اور جمعہ کا اہتمام

احتمام: جمعہ کے دن غسل کرنے، صفائی سترہ ای کا اہتمام کرنے، عطر لگانے اور نماز جمعہ کا اہتمام کرنے پر احادیث میں کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، ایک حدیث میں حضرت مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور حتی الامکان طہارت حاصل کرتا ہے، اپنا تیل لگاتا ہے، یا اپنے گھر والوں کا عطر استعمال کرتا ہے، پھر نکلتا ہے اور دو (بیٹھے ہوئے) لوگوں کے درمیان تفریق نہیں

سے محفوظ ہو جاتا ہے، (حتیٰ کہ) اگر دجال نکل آئے تو اس سے بھی محفوظ کر دیا جائے گا۔ (ایضاً)

باعذر جمعہ چھوٹنے پر وعیدین:

جمعہ کی نماز کی مختلف فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، اسی طرح بلا اذر جمعہ چھوڑنے پر سخت ترین وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں، چنانچہ مسلم شریف کی ایک روایت حضرت ابن عمر و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دونوں فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو منبر کے تختوں پر یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے بازا آ جائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دونوں پر مہر لگادے گا، پھر وہ یقینی طور پر غالبوں ہی میں شمار ہوں گے۔ (مسلم)

اور حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص سستی کی وجہ سے تین جمعہ چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادیتا ہے۔ (یعنی پھر اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور خیر قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے)

(ابوداؤد، ترمذی، سنائی، ابن ماجہ، دارمی)

اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو بلا ضرورت جمعہ چھوڑتا ہے، اس کو ایسی کتاب میں منافق لکھ دیتا ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ عن الشافعی)

بقیہ: توبہ و قربانی اور مذہبی پیشوا

..... وہ ان مقدس نذر وں کو دوسروں کے حوالہ کر کے بے حرمت نہ کریں، ایسے مقدس کھانوں کا مرکز تو بس ان کے مقدس پیٹ ہی ہو سکتے ہیں، موجودہ توریت کہتی ہے: ”اور کاہن ان نذر ووں کو جو بنی اسرائیل خداوند کے حضور پڑھائیں یوں بے حرمت نہ کریں کہ انہیں (یعنی دوسروں کو) مقدس نذریں کھانے کی اجازت دے دیں اور ان کے سرگناہ لانے کے ذمہ دار ٹھہریں“۔ (احباد: ۲۲-۱۲)

توریت کی کتاب احبار کے حوالہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بالکل ابتدائی دور ہی سے مذہبی امور کے ساتھ کھانے پینے کے سلسلہ کو جوڑ دیا گیا ہے، اور ممکن حد تک مذہبی پیشواؤں کو کھلا پلا کر موتا تازہ رکھنے کی دانستہ یا نا دانستہ کوشش کی گئی ہے، اور قرآن کریم یہ جو کہتا ہے کہ پیٹ کے راستے سے تحریفات کا دروازہ کھل گیا، اس کی علامتیں کتاب احبار میں صاف نظر آتی ہیں۔ واللہ اعلم

کرتا (یعنی زبردستی گھس کرنیں بیٹھتا) پھر جو کچھ نصیب میں ہے اتنی نماز پڑھتا ہے، پھر جب امام خطبہ دیتا ہے تو خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

مسلم شریف کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ مزید تین دن کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

جمعہ کے دن غسل کرنا احتفاف کے نزدیک مسنون ہے، اس لیے کہ حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا اس نے بہت بہتر عمل کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، سنائی)

مسجد جانے کی فضیلت:

احادیث میں اس کا بھی ذکر ہے کہ جمعہ کا اہتمام صحیح ہی سے ہونا چاہیے، اور جلد سے جلد مسجد پہنچ جانا چاہیے، جتنی جلد مسجد جائے گا اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب پائے گا، چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ترتیب وار پہلے پہل آنے والوں کے نام لکھتے ہیں، اور سب سے پہلے آنے والے کی مثال اس شخص جیسی جو اونٹ کی قربانی کرے، پھر دنبہ کی طرح، پھر مرغ کی طرح، پھر انڈے کی طرح، پھر جب امام (خطبہ کے لیے) لکھتا ہے تو وہ فرشتے اپنے صحیفے پیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔

سورہ کھف کی تلاوت:

جمعہ کے دن سورہ کھف پڑھنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ ابتدائی دن میں پڑھے، اگر نہ ہو سکے تو دن کے سی بھی حصہ میں پڑھ لے (شامی: ۱/۶۰۹)

بعض احادیث میں اس کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن سورہ کھف کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دونوں جمیعوں کے درمیان روشنی فرمادے گا۔ (کتاب المسائل، حکوالماء بن کثیر: ۱/۳۱۹)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن سورہ کھف پڑھتا ہے تو وہ آٹھ دنوں تک ہر فتنہ

جذباتیت

ایک خطرناک مرض

مولانا احمد حسین پٹنی مظاہری

اس روئے زمین پر نہ جانے خدا کی کیسی کیسی مخلوق کن کن شکلوں میں آباد ہیں، جن کی تعداد کا صحیح علم تو مالک کون و مکان کے پاس ہے، لیکن خدائی فیصلہ کے مطابق یہ بات مسلمہ ہے کہ انسان دنیا کی ساری مخلوقات میں معزز و اشرف ہے، جب انسان معزز و اشرف ہے تو انسانی زندگی کی قدر و قیمت اور اہمیت از خود واضح ہے، انسانی زندگی کا بنیادی اور حقیقی مقصد دنیوی اور اخروی سعادت مندی ہے، ایک انسان اس مادی اور عارضی زندگی میں کیسی راہ بنائے اور کون سے طریقہ کار کو اختیار کرے جس کے نتیجہ میں دارین کی سعادت اور حقیقی سرفرازی نصیب ہو جائے، اس کے لیے اسلامی شریعت اور اسلامی نظام کو اپنانا ضروری ہے۔

اسلامی نظام ایک کامل اور مکمل، آفاقتی اور ابدی نظام ہے، جس نے وہ تمام تعلیمات، وہ تمام ہدایات اور احکام دیئے جس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انسانی زندگی قد آور، مفید، سرخود، باعزت اور باوقار بن جاتی ہے اور انسانی تخلیق کا مقصد بآسانی پورا ہو جاتا ہے، ان احکام و ہدایات کا ایک پہلو منہیات اور منوعات ہیں، اسلامی شریعت نے ان تمام چیزوں کو اپنانے اور اس کو اختیار کرنے سے روکا ہے جو کسی بھی اعتبار سے انسان کو دینی، اخروی، معاشری، معاشرتی، ملی، سماجی، ظاہری اور باطنی اعتبار سے نقصان پہنچائے، ایسے منہیات بے شمار ہیں جن کی تفصیل قرآن و حدیث میں موجود ہے، اس میں سے بعض منہیات تو ایسے ہیں جن کی ضرر رسانی، اس کی تباہت و شناخت اور اس کے انجام بد سے ہر کس و ناکس واقف ہوتا ہے، مثلاً؛ جھوٹ، غیبیت، بغض و حسد، دھوکہ بازی، غداری، شراب نوشی اور زنا کاری وغیرہ وغیرہ، لیکن کچھ منہیات ایسے ہوتے ہیں کہ اس کے انجام بد سے واقف ہوتے ہوئے بھی انسان غیر شعوری طور پر اس میں بیتلہا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اپنا بہت بڑا نقصان کر لیتا ہے، ایسے منہیات جس میں انسان غیر شعوری طور پر

بیتلہا ہو جاتا ہے، اس کی بھی بھی فہرست ہے، لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں جو مرض زور پکڑ رہا ہے اور روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، وہ حد سے بڑی ہوئی جذباتیت ہے۔

جذباتیت اور انفعائی کیفیت انسانی مشاہدات کا نتیجہ ہوتی ہے اور آج انسانی مشاہدات کا بنیادی ذریعہ سو شل میڈیا بن چکا ہے کہ اس سے کسی کو مفر نہیں، اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں، لیکن اس کا تجزیہ بھی پہلو بھی بہت خطرناک اور لا علاج ہے، اچھے اچھے مفکرین اور انسانیت کے بھی خواہ اس کی تباہ کاریوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن عاجز و بے بس ہیں، شرپسند اور فتنیں مزاج لوگ اس وسیلہ کا اپنے ناجائز مقاصد کی تکمیل کے لیے کس طرح استعمال کرتے ہیں، اس سے ہر کوئی واقف ہے، "WhatsApp" (واتس ایپ) اور اس طرح کے دیگر ذرائع سے فتنہ پرور لوگ کبھی تو مذہب کو، بھی مذہبی شخصیات کو، بھی دینی شاعر کو اور بھی انسانی مقدسات کو نشانہ بناتے ہیں، ایک انسان بطور خاص مسلمان اپنے موبائل میں تو ہیں آمیز خبروں اور تصویروں کو دیکھتا ہے تو اس کا خون کھول جاتا ہے، اس کی رگ حیثیت بھڑک اٹھتی ہے، وہ جذباتیت میں بہہ جاتا ہے، اور اس پر بسا اوقات عملی اقدام کر لیتا ہے، اور یہ تو یقینی طور پر ہوتا ہے کہ وہ انفعائی کیفیت سے مغلوب ہو کر مضطرب و سرگردان رہتا ہے جو اضطراب انسانی عملی زندگی کو نقصان پہنچانے کے لیے کافی ہے، یہی فتنہ پروروں اور شریروں کا مقصد تھا جس میں ہم نے بآسانی بیتلہا ہو کر عملی زندگی کو مغلوب کر دیا۔

عموماً جذباتیت اور انفعائی کیفیت جو پیدا ہوتی ہے وہ تحقیق و جستجو کی اور اس کے فائدان کا نتیجہ ہوتی ہے، سنجیدہ اور باخبر شخص کبھی جذباتیت کی راہ نہیں اپناتا، جذباتیت ہمارے لیے ایک مہلک مرض نہ بن جائے اس کے لیے اس قرآنی ارشاد کو حرز جاں بنانا ضروری ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنَّ تُصْبِيَوْا قَوْمًا بِجَهَاهَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِيْمِينَ﴾
آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ واقعہ اور خبر کی تحقیق کرلو، قبل اس کے کہ اس پر عمل پیرا ہو اور اپنی نادانی کی وجہ سے نقصان دہ عمل نہ کر بیٹھو ورنہ پشیمانی تھہار امقدار بنے گی۔

رسولوں پر ایمان

محمد امغان بدایوی ندوی

یقینی اور قطعی حیثیت رکھتا ہے، وہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات و صفات میں غور و فکر کی دعوت ہی نہیں دیتے، بلکہ اس کے ساتھ ان کا یہ دعویٰ بھی ہوتا ہے کہ ہم اس عالم کے علاوہ کی بھی خبر رکھتے ہیں، ہم خدا تعالیٰ کی باتیں سنتے ہیں، اس سے ہم کلامی کا ہم کو شرف بھی حاصل ہے، اور فرشتوں کے ذریعہ اس کے پیغامات بھی ہم کو موصول ہوتے ہیں، گویا پیغمبر کی ذات ایسی ہے کہ وہ خدا کے حکم سے عالم غیب کی ان چیزوں کا مشاہدہ جن کا انسانی علم میں آنا ضروری ہے، بالکل ایسے ہی کرتی ہے، جیسے ہر شخص اس دنیا کی چیزوں کا کرتا ہے۔

پیغمبروں کی اس خصوصیت کے ساتھ دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ وہ کوئی دوسری مخلوق نہیں ہوتے، بلکہ انسانوں میں سے ہی ایک انسان ہوتے ہیں، البتہ ان پر خدائی تعلیمات کے براہ راست نازل ہونے کی وجہ سے ان کا مقام انسانوں میں اعلیٰ وارفع ہو جاتا ہے، لہذا ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے طبعی سوالات کا حل ان کی زندگی میں تلاش کرے، ان کے پیغامات پر ایمان لائے، کیونکہ وہ انسانوں میں ہر اعتبار سے کامل و مکمل ہیں، اور ان کی معاشرتی زندگیاں ہر دور کے انسانوں کے لیے بہترین اسوہ ہیں۔

قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے قبل ان پیغمبروں کا ایک طویل سلسلہ رہا ہے، جن کی کم و بیش تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے، ان میں پانچ اولو العزم پیغمبر ہیں؛ (۱) حضرت نوح (۲) حضرت ابراہیم (۳) حضرت موسیٰ (۴) حضرت عیسیٰ (۵) سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) قرآن مجید میں یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے، البتہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کو آخری نبی مانا جائے، تمام انبیاء کا سردار تسلیم کیا جائے، اور دیگر انبیاء کی طرح آپ کو بھی ایک بشر سمجھا جائے، اس کے علاوہ آپ پر ایمان لانے کے ساتھ آپ کی اطاعت کو بھی ایمان کا ایک لازمی جز مانا جائے، ورنہ محض رسی طور پر آپ ﷺ پر ایمان لانا نجات اخروی کے لیے ہرگز کافی نہیں، ارشاد ہے: «فَلَا وَرَبَّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فَيَمَا شَجَرَ بِيَنْهُمْ» (النساء: ۶۵) (بس نہیں آپ کے رب کی قسم! وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ بنا لیں)

عن عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) قال: قالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَا لَمْ يَكُنْ وَكُنْتُهُ وَرَسُولُهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ حَيْرَهُ وَشَرِّهُ۔ (سنن الترمذی: ۲۸۱۵)

ترجمہ: - حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاو اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور آخرت کے دن پر اور اچھی بربی تقدیر پر۔

فائده: - رسول یا نبی دنیا میں پیغامات الہیہ کو پہنچانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں، رسول اور نبی میں فرق یہ ہے کہ نبی صرف غیب کی ان باتوں کو بتاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ اس کو بذریعہ وحی بتاتے، جب کہ رسول اس کے علاوہ ایک مکمل شریعت اور زندگی گذارنے کا محکم لائچہ عمل بھی پیش کرتا ہے، قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کے ان تمام رسولوں اور انبیاء پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے اندر مبعوث فرمایا۔

انسانی فطرت کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہے کہ اس کو اپنے مال کی فکر ہو، وہ اس بات پر غور کرے کہ اس کائنات کا چلانے والا کون ہے، اس دنیا میں اس کے آنے کا مقصد کیا ہے، اس کے اندر جو صلاحیتیں پائی جاتی ہیں، وہ خود اس کی ہیں یا کسی دوسرے کی رہیں منت ہیں، وہ کسی کا پابند ہے یا آزاد ہے، اور اس کی اس زندگی کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔

بلاشبہ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہر انسان کی دلی آواز ہیں، اگر ان کا جواب حکماء و فلسفہ سے معلوم کیا جائے تو یقیناً وہ بھی محض ظن و تجھیں ہی سے کام لیں گے، کیونکہ ان کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جو اس عالم کے علاوہ کی بھی خبر رکھتا ہو، اور اس سے اسی طرح واقف ہو جیسے دینی علوم و فنون کے ماہرین اپنے فن میں ماہر ہوتے ہیں۔

پیغمبروں کی خاص صفت یہی ہے کہ اس سلسلہ میں ان کا علم

مغرب اور اسلام

ISLAM vs WEST

محمد نصیس خاں ندوی

۲۸۴ میں شہنشاہ رومن امپراٹر "ڈیو کے ٹیا شیس" (Diocletianus) نے سلطنت کے استحکام اور حفاظت کے لیے بڑی ترقیاتی حکومی حصوں میں تقسیم کر دیا، جو "مشرقی سلطنت روم" (Eastern Roman Empire) اور "مغربی سلطنت روم" (Western Roman Empire) کہلاتا تھا۔

مشرق و مغرب کی یہ تقسیم جغرافیائی اعتبار سے بھی کی جاتی ہے، بحر روم میں سسلی کے جنوب میں "Cape Sorello" (کیپ سوریلو) اور تیونس کی "Cape Bone" (کیپ بون) کے درمیان تقریباً سو میل (160 کلومیٹر) عرض آبی گذرگاہ بن جاتی ہے جس کے سبب قدرتی طور پر اس کی تقسیم مشرقی و مغربی سمندروں میں ہو جاتی ہے، مشرقی بحر روم کے کنارے واقع تمام ممالک "مشرقی یورپ" اور مغربی بحر روم کے کنارے ممالک "مغربی یورپ" یا صرف "مغرب" کہلاتے ہیں جن میں پرتگال، اسپین، فرانس، اطالیہ، جرمنی اور ان سے ملحق چھوٹے چھوٹے ممالک نیز جزوی برطانیہ شامل ہیں۔

وسویں صدی میسیحی میں مغرب کے تمام علاقوں کی تھوڑکی کیسا کے زیر اقتدار تھے، کیسا نے اپنے زیر اقتدار علاقوں میں ایک ایسے معاشرہ کی تشكیل کی جو پوری طرح میسیحی اور دینی و دینوی معاملات میں کیسا کے فرمان کا حقیقتی سے پابند تھا، تہذیب و تمدن کی تاریخ میں اسی کو "مغربی معاشرہ" اور "مغربی تہذیب" کہتے ہیں۔ اس معاشرہ میں کیسا ہی میسیحی قانون و اخلاقی نظام نافذ کرنے کا ذمہ دار تھا، تہذیب و شفاقت کا وہی پاسپاں اور اس میں ترمیم و تفسیخ کا وہی مختار کل تھا۔

کیسا نے جو معاشرہ پیش کیا تھا اس کا تعلق یونانی اور رومی تہذیب سے تھا، ان دونوں تہذیبوں نے اپنے ترکہ میں جو سیاسی نظام اجتماعی فلسفہ، اور عقلي و علمي سرمایہ چھوڑا تھا وہی کیسا کے حصہ میں آیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے بقول یونانی و رومی

تہذیب و تمدن کی خصوصیات حسب ذیل تھیں:

۱- غیر محسوسات کی بے قسمی اور ان میں اشتباہ ۲- خشوع و خضوع اور روحانیت کی کمی ۳- دنیاوی زندگی کی پرستش اور دنیاوی فوائد و لذائذ کا اہتمام شدید ۴- حب وطن میں افراط و غلو۔

ہم ان منفرد اجزاء اور پہلوؤں کو اگر ایک مفرد لفظ میں ادا کرنا چاہیں تو اس کے لیے تہذاہ "مادیت" کا لفظ کافی ہے۔

کیسا نے یونان و روم کی "مادیت پرست تہذیب" کی ساری خصوصیات و روحانیات کو مسیحیت کے سانچے میں ڈھال کر اپنی جانب منسوب کیا اور پھر پوری شدت کے ساتھ اس طور پر پیش کیا کہ اس میں اقتدار کا غرہ اور احساس کبriائی پوری طرح نمایاں تھا، اور اس میں وہ تمام خرابیاں بھی شامل تھیں جس نے پہلے یونان اور پھر روم کو زوال کی دہلیزیک پہنچایا تھا۔

چنانچہ مغربی معاشرہ کی بنیادی صفات میں مادیت پرستی کے بعد احساس برتری کا عصر سب سے غالب تھا، اور یہ غلو اس کی رگ و پے میں گردش کر رہا تھا، جس کی بنیاد پر وہ خود کو ایک جدا گانہ اور نوع انسانی کا ممتاز ترین معاشرہ تصور کرتا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ وہ دنیا کے سبھی معاشروں سے افضل و ممتاز ہے، وہ خود کو مسیحی دنیا کا ایک حصہ ضرور مانتا تھا لیکن اس کی نظریوں میں باقی سب کم تر تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ خود کو "Civilized Lord of the World" (متمدن آقائے عالم) کہتا تھا۔

مغربی معاشرہ کی نگاہ میں غیر مغربی کے لیے کوئی احترام نہیں تھا، رنگ و نسل کا غیر مثالی تقاضا اپنی شکل میں موجود تھا، اور اگر وہ غیر مغربی غیر مسیحی بھی ہوتا تو اس کی حیثیت کسی بے زبان جانور یا جمادات سے زیادہ نہ ہوتی تھی، اگر معاشرتی امن و سکون کسی غیر مسیحی کی آواز سے ذرا سامن قش ہوتا تو کیسا کے اشارہ پر مغرب کی ساری تو تین اس کے خلاف صرف آراء ہو جاتیں۔

غوروں تکبر کا یہ احساس اس کی قوت فکر کے ساتھ اس کے قوت عمل میں بھی سراپا تکرچا تھا جو کہ ظلم تعدی کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا، چنانچہ جس قوم سے بھی اس کا سابقہ پڑا اس نے کشت و خون، تباہی و غارت گری، مکروہ فریب غرض کسی نہ کسی طریقہ پر اس کو اپنا حکوم بنایا اور پھر لوٹ کھسوٹ کے بعد تباہی تک پہنچا کر ہی دم لیا، اور دنیا کے

ماننے والے اپنی سابقہ کامیابیوں کا جشن منا کر گھری نیند سو رہے تھے، اور جب ان کی آنکھیں محلی تبتک ان کا کل سرمایہ لٹ چکا تھا اور ان کی سائیں بھی مغرب کی غلام ہو چکی تھیں۔

اسلام ایک زندہ جاویدہ مذہب ہے، اور اس کی تعلیمات سدا بہار و سدا جواں ہیں، اسی لیے اس کے دور زوال میں بھی اس کا آفتاب رشد و ہدایت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا رہا، اور اس کی ضوپاش کرنوں کی روشنی میں مسلمان اپنی راہوں کو منور کرتے رہے۔

دنیا میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے
لیکن یہ بھی سچائی ہے کہ مغرب کی نشاۃ ثانیہ جس سبک رفتاری کے ساتھ ہوئی تھی اس کے مقابل مسلمانوں کی تیاریاں نہایت ہی سست و خرام ہیں، اور اس کا نتیجہ ہے کہ اسلام آج معرکہ جنگ میں مضبوطی سے قائم ہونے کے باوجود دفاعی پوزیشن میں ہے، اور اس کے ماننے والے اس کے شاندار ماضی سے غافل احساس کہتری کا شکار ہیں۔

مغرب ایک بار پھر عالمی سطح پر اپنی سابقہ تہذیب کا احیاء اور اپنا سیاسی تسلط چاہتا ہے، اور دنیا کو ذہنی و فکری طور پر معطل کر کے اس کی جسم و روح کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے البتہ اس بار اس نے غلامیت و حکومیت کے نہایت پر کشش انداز میں پیش کیا ہے، اور حقوق و آزادی کے کھوکھلے نعروں کو بھانگ کی ایسی گولیوں میں پیش کیا ہے جن کے اثرات سے پوری دنیا جھوم رہی ہے اور تیزی سے ہلاکت کی جانب بڑھ رہی ہے۔

مغرب کی دیسیسے کاریوں اور اس کے پرفریب نعروں کا مقابلہ صرف اسلام ہی کر سکتا ہے، اور وہ انسانیت کو ایک بار پھر جہالت و تاریکی کے گھرے و عینیق گھرے سے نکال کر دنیا و آخرت کی دائیٰ کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے، اس سچائی کا اعتراف خود مغرب کو بھی ہے، اسی لیے پندرہویں صدی سے یورپ اسلام کو بے اثر کرنے اور مقابلہ سے ہمیشہ کے لیے خارج کرنے پر کوشش ہے۔

آج دنیا میں خوف و دہشت کا جو ماحول تیار کیا جا رہا ہے اور مختلف اصطلاحات و تعبیرات کے ذریعہ اسلام کو بدنام کرنے کی جو کوشش کی جا رہی ہے وہ درحقیقت اسلامیت و مغربیت کی اسی کشمکش کی مختلف شکلیں ہیں۔

جس علاقے میں پچھی وہاں کے باشندوں کی زندگی اجیرن کر دی۔

مغربی معاشرہ میں احسas برتری کا ایک بنیادی عصر نہ ہی برترا کا بھی تھا، قرون وسطی میں مغرب کی اہم ترین قدراں کا اپنا مذہب ہی تھا، وحشی و بربرا قوام کی یلغار کے سامنے کلیسا مضبوطی سے کھڑا رہا اور پھر رفتہ رفتہ وہ قویں کلیسا کے سامنے سرگاؤں ہو کر مسیحیت میں ختم ہو گئیں، اور پوری طرح مغربی معاشرہ میں رج بس گئیں، مغربی امتیازات کے حصول کے لیے مسیحی عقیدہ ہی شرط اولین تھا، اور جو اس عقیدہ سے محروم تھا اس کے لیے مغربی معاشرہ میں کوئی جگہ نہ تھی۔

مغرب صرف چند ملکوں پر مشتمل ایک مملکت کا نام نہیں تھا بلکہ مغرب ایک تہذیب و تمدن اور ایک نظام حیات کا نام تھا، جسے دنیا کی سب سے قدیم تہذیب ہونے پر ناز اور دائیٰ ولاقانی ہونے کا احسas بھی تھا، جس کی باغ ڈور کلیسا کے ہاتھوں میں تھی جس کا فرمان پھر کی لکیر تھا، یہ ایک ایسا ضابطہ حیات تھا جو صدیوں تک انسانوں کے جسم و روح پر حاوی اور ان کے غور فکر کی صلاحیتوں کا محور تھا، الغرض دنیا میں کوئی انسانی یا آسمانی نظام ایسا نہیں تھا جو مغرب کو چیلنج کر سکے۔

لیکن جب چھٹی صدی عیسوی میں فاران کی چوٹیوں سے اسلام کا آفتاب ہدایت طلوع ہوا تو اس کے جلو میں ایک ایسا نظام حیات اور اس کے پہلو میں ایک ایسا بلند و برتر تمدن تھا جس کی بنیادیں غیر متزلزل تھیں، اور جس کے اصول میں کسی پوپ کی دہشت کے بجائے خوف خدا کی روح جاری تھی، اور جو ظاہری شور و تلاطم اور اندر وнутی کھوکھلے پن سے آزاد ایک مضبوط و مستحکم تہذیب تھی، اور جس کے بڑھتے ہوئے تیز قدموں کے سامنے مغرب کی سائیں اکھڑنے لگیں اور پھر وہ وقت بھی آیا جب اسلام کا سورج نصف النہار کو پہنچا اور مغرب اپنی تاریخ کے ”دور ڈلمات“ میں ڈوب گیا۔

پندرہویں صدی میں جب مغرب نے کروٹیں لیں اور اسے اپنے وجود کو سہارنے اور خود کو پھر سے منوانے کی گلر دامن گیر ہوئی تو اسے اسیں بنیادوں پر خود کو استوار کرنا پڑا جو صدیوں پہلے اسلام نے پیش کی تھیں، مغرب تازہ دم و تازہ خون ہو کر نئی تیاری اور جدید اسلحوں کے ساتھ جملہ آوار ہوا، اور اپنی ملمع سازیوں سے دنیا کی نگاہوں کو خیر کرتا ہوا نصف دنیا پر چھا گیا، لیکن صد افسوس کہ مغرب کی اس بیداری کے وقت اسلام مقابلہ سے باہر ہو چکا تھا اور اس کے



تھی، لیکن شیخ کا فتویٰ کیسے چپ رہتا، قریب، محلہ، قصبه، شہر اور پھر پورے ملک میں فتویٰ کی گوئی صاف سنائی دینے لگی، اور لوگوں نے ان سبھی امراء و حکام سے معاملات منقطع کر لیے، ان کی وقتیں بڑھنے لگیں، حاکم ہو کر بھی وہ اجنبی سے ہو گئے۔

امراء و حکام کی تشویش برحقی گئی، ہفوات کا سلسلہ شروع ہوا، شیخ کون ہوتے ہیں دخل دینے والے، حکومت کے معاملات سے شیخ کا کیا تعلق؟ تبرویں پر تبصرے شروع ہوئے، بادشاہ کو بھی علم ہوا، حالات پیچیدہ ہونے لگے، آخر کار خصوصی مجلس بلائی گئی، شیخ بھی حاضر ہوئے، بھیش شروع ہوئیں، کسی نے رعب دکھایا، کسی نے دھونس جمایا، بادشاہ نے پہلے لجاجت پھر اکڑ اور پھر اپنی بادشاہت کا غرہ دکھایا، لیکن شیخ نے بر ملا کہہ دیا کہ ”اسلام کا حکم سب پر یکساں طور پر نافذ ہے، یہ سب غلام ہیں، پہلے انھیں نیلام کیا جائے، اور پھر شرعی طریقہ پر آزادی کا پروانہ دیا جائے۔“ بس پھر کیا تھا، حکام چیخ اٹھ کر یہ شیخ ہمیں ذیل کرنا چاہتے ہیں، ہم اس ملک کے حاکم ہیں، فیصلے ہم کرتے ہیں، غلام ہم بناتے ہیں، سکھ ہمارا ہی چلتا ہے، ان کی یہ بہت کہہ میں سر بازار نیلام کریں؟!

امراء کی ترش گوئی، حکام کی بدسلوکی اور بادشاہ کی سخت کلامی وہت دھرمی، شیخ کی شان بے نیازی میں ایک عظیم گستاخی تھی، جس سرز میں پر شرعی حکم نافذ نہ ہو، جس مملکت میں اسلامی قانون کی پاسداری نہ ہو، ایسی ریاست میں سانس بھی لینا بھی روانہ نہیں، شیخ کی غیرت نے مصر میں رکنا گوارانہ کیا، سامان کو جانور پر لا دا، گھر والوں کو سوار کیا، اور مصر کو الوداع کہتے ہوئے نکل پڑے۔

امراء و حکام کو خبر ہوئی، خوشی کی لہر دوڑ گئی، آزمائش سے نجات ملی، اب راحت ہی راحت ہے، شیخ کے جانے سے جان میں جان آگئی، لیکن یہاں تو منظر ہی کچھ اور تھا، شیخ کا قافلہ رواں ہوا، اور پھر قافلہ پر قافلہ، ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا اور پھر..... ایک سلسلہ چل پڑا، علماء و صلحاء بھی، تجار و کاشتکار بھی، کسان و مزدور بھی، غرض کیا خواص کیا عوام، سب کے سب شیخ ہی کی سمت میں رواں، نہ کسی کو مصر عزیز ہے، نہ مصر کی ہر یا لی و خوشحالی محبوب ہے، شیخ کے مقابلہ دنیا کی متاع بے بہا بھی خس و خاشاک سے کچھ اور نہیں۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی، حالات کی سُکنی کا علم ہوا، سرکاری

امراء حکومت کا نیلام

ابوالعباس خان

منڈیاں تو بہت سی لگتی ہیں، سبزی منڈی، غله منڈی، چانور منڈی وغیرہ وغیرہ، لیکن تاریخ اسلام میں ایک منڈی ایسی بھی لگی ہے جس میں حکومت وقت کے امراء اور حکام نیلام ہوئے، ان کی بولی لگائی گئی اور غلاموں کی طرح انھیں فروخت کیا گیا۔

جی ہاں! یہ واقعہ ہے چھٹی صدی ہجری کا، مصر میں غلاموں کی کثرت تھی، ان کی منڈیاں لگتیں، کچھ خریدے ویپچے جاتے، کچھ چہاد میں حاصل کیے جاتے، عرب کے بھی تھے، عجم کے بھی تھے، اور کچھ غلام ترک بھی تھے؛ نہایت زیریک، ماہر سیاست، حالات کے بعض شناش! رفتہ رفتہ وہ باحیثیت ہوئے، اصحاب مال و ثروت ہوئے، حکومت میں شریک ہوئے، اور عہدوں پر پہنچ کر دادعیش دینے لگے، اور مسلم معاشرہ ان کی غلامی سے غافل، ان کے ماضی سے بے بہرہ، ان کی تابعداری کا طوق گلے میں ڈالے اپنی زندگی میں مصروف رہا!

لیکن! ایک ذات ایسی بھی تھی جو نگاہ ہوش مند فکر ارجمند کی مالک تھی، جو علوم اسلامیہ کی امین اور احکام شرعیہ کی پاسدار تھی، جس کے ماتھے پرستارہ اسلام و پاسداری احکام ہو یادا تھا، جرأت ایمانی سے لبریز، غیرت دینی سے محروم مسلمانوں کی سر بلندی کے لیے سر بکف تھا، نہ احکام شریعت میں ایک لفظ کی تبدیلی گوارتھی، نہ ایک لمحہ کی تاخیر رواتھی! بے شک یہ ذات تھی عز الدین بن عبدالسلامؓ کی، جنھیں ہماری تاریخ ”شیخ الاسلام“ کہتی ہے۔

شیخ نے فتویٰ صادر کیا: ”یا امراء کل تک غلام تھے، شرعی طریقہ پر یہ آزاد نہیں ہوئے، یہ ابھی بھی غلام ہیں، اس لیے ان کے سارے معاملات غیر شرعی ہیں۔“

شیخ کا فتویٰ ایک برق بے اماں تھا، امراء و حکام کے خیموں میں اک آگ سی لگ گئی، سب جل بھن اٹھے، مگر شیخ کے بلند مقام و بلند حیثیت کے سامنے چپ رہے، کسی میں چوں چرا کی ہمت نہ

بقیہ: توحید کیا ہے؟

..... وہ جس چیز کی دعوت لے کر آئے، اس کے خلاف انہوں نے انہیں کو خدا اور معبود بنادیا، اس لیے اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

دوسری امتوں نے جو کیا آج وہی کام یہ امت کر رہی ہے، آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی تھی کہ جو بنی اسرائیل نے کیا، تم بالکل سارے کام وہی کرو گے، فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے وہ کام اجتماعی کئے تھے اور یہ امت وہی کام انفرادی کرے گی، کہیں پر کچھ لوگ یہ کام کریں گے، کہیں پر کچھ، یہاں تک فرمایا کہ

”لتبعن سنن من کان قبلکم شبرا شبرا وذراعاً

بذراع حتى لو دخلوا حجر ضب تبعتموهم“

(یقیناً تم اپنے پہلے لوگوں کی پیروی کرو گے، بالشت باشت اور گزگز کے بقدر بھی، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی داخل ہو گے)
یہاں تک فرمادیا کہ:

”لو أن أحدهم ضاجع أمه في الطريق لفعلتم“
یعنی اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھل کر زنا کیا ہے تو اس امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو اپنی ماں کے ساتھ زنا کریں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ شرک کی جو شکلیں گذشتہ امتوں میں تھیں، آج وہی شکلیں تقریباً اس امت کے اندر بھی پیدا ہو رہی ہیں، لیکن اس سے ہمیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، آپ ﷺ نے متنبہ فرمایا تھا کہ کہیں تمہارے اندر ایسی بات نہ پیدا ہو، جس طرح گذشتہ امتوں نے شرک یا برائیاں اختیار کیں تم بھی اسی راستہ پر پڑ جاؤ، آپ نے جو یہ بات ارشاد فرمائی کہ ”تم ایسا کرو گے“، اس میں متنبہ ہے کہ ایسے کرنے والے ہوں گے، تو تم اپنے آپ کو ایسا مت بنالیں، تم اس راستہ پر نہ پڑ جانا کہ تم خود بھی گمراہ ہو جاؤ، غلط راستہ پر پڑ جاؤ، اپنے آپ کو جنم کے راستہ پر ڈال لو، ہمیشہ اپنے کو اس سے بجاو، ایک اللہ کو مانو، اسی کے آگے اپنے سر کو جھکاؤ۔ (جاری)

نماںندوں نے عرض کیا، بادشاہ سلامت! اگر شیخ چلے گئے تو شہر ویران ہو جائے گا، یہاں پر خاک اٹنے لگے گی، پھر آپ کس کے بادشاہ؟ اور کیسی آپ کی رعایا؟ بادشاہ کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی، گھوڑے پر سوار ہوا اور خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، منت و سماجت کی، لجاجت کی، ہر شرط منظور کی اور شیخ کو واپس شہر میں لے آیا، اور طے ہوا کہ امراء و سلاطین کو نیلام کیا جائے گا۔

نیلام ہونے والوں میں نائب السلطنت بھی تھا، وہ غصہ میں بچرا مٹھا، نگلی تلوار اٹھائی، سپاہیوں کو ساتھ لیا اور شیخ کے دروازہ پر حاضر ہوا، دروازہ ٹھکھٹایا، صاحبزادہ باہر نکلے، منظر دیکھ کر گھبرا لٹھے، جا کر عرض کیا کہ ابا حضور! آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ شیخ نے بے پرواہی سے جواب دیا: بیٹا! تمہارے والد کا ایسا مقدر کہاں کہ اسے شہادت نصیب ہو۔ اور گھر سے باہر تشریف لے آئے۔

نائب السلطنت غصہ میں لال پیلا ہو رہا تھا، سانسیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں، آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، شمشیر برہنہ شیخ کی منتظر تھی، لیکن! شیخ کو دیکھتے ہی تلوار رہا تھا سے چھوٹ گئی، جسم پر رعشہ طاری ہو گیا، ساری جمع قوت پل بھر میں کافور ہو گئی، دھرام سے شیخ کے قدموں میں آگرا، میرے آقا آپ کیا چاہتے ہیں؟ شیخ نے کہا کہ میں تجھے نیلام کروں گا، اور تجھے فروخت کروں گا۔

اگلے دن عام منادی کی گئی، بازار کھچا کھچ بھر گیا، تاریخ کا یہ عجیب و غریب منتظر تھا، بازار میں اب تک غلام بنتے تھے لیکن آج غلاموں کی جگہ امراء و حکام تھے، غلام بنانے والے خود غلام تھے، ایک ایک کو حاضر کیا گیا، ہر ایک پر بولی بولی گئی، البتہ ان کے اعزاز میں ان کے دام بھی بہت لگائے گئے، بڑی بڑی بولی میں انھیں فروخت کیا گیا، جو قیمت حاصل ہوئی اسے رفاقتہ عام میں خرچ کیا گیا، پھر وہ غلام آزاد ہوئے، اور اپنے عہدوں پر فائز ہوئے۔

یہ واقعہ تاریخ اسلامی کا ایک زریں باب ہے، اسلام کی حقانیت کی دلیل اور اس کی سر بلندی کی ایک مثال ہے، بلاشبہ ایسی مثالیں آج بھی قائم ہو سکتی ہیں، مغرور حکومتیں جھک سکتی ہیں، اسلامی احکام نافذ ہو سکتے ہیں، بگڑتے حالات سنور سکتے ہیں، لیکن پہلے ضرورت ہے جذبہ ایمانی کی، غیرت اسلامی کی، اور خدا کے سامنے خود سپردگی کی، کیونکہ ”من کان اللہ کان اللہ لہ“ (جو اللہ کا ہوا، اللہ اس کا ہو گیا)۔

چند سُنْتِ درود شریف

☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا تَبْقَى
صَلَاةً اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا تَبْقَى بَرَكَةً
اللَّهُمَّ سَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا يَقُولَ سَلَامَ اللَّهُمَّ
وَأَرْحَمْ مُحَمَّداً حَتَّى لَا تَبْقَى رَحْمَةً.

(المعجم الكبير للطبراني)

☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَيْتَ عَلَى ابْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
ابْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمَيْنِ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

(سنن النسائي)

☆ التَّحْيَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَواتُ وَالطَّيَّاتُ
الْغَادِيَاتُ الرَّائِحَاتُ الزَّائِيَاتُ الطَّاهِرَاتُ لِلَّهِ.

(المعجم الكبير للطبراني)

☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقْرَبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.
(مسند أحمد)

☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ. (سنن النسائي)

☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَيْتَ عَلَى ابْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ ابْرَاهِيمَ إِنَّكَ
حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى ابْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ
ابْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (الترمذى)

☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهِ
أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَيْتَ
عَلَى ابْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (سنن أبو داود)

☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ
رَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ. (الأدب المفرد)

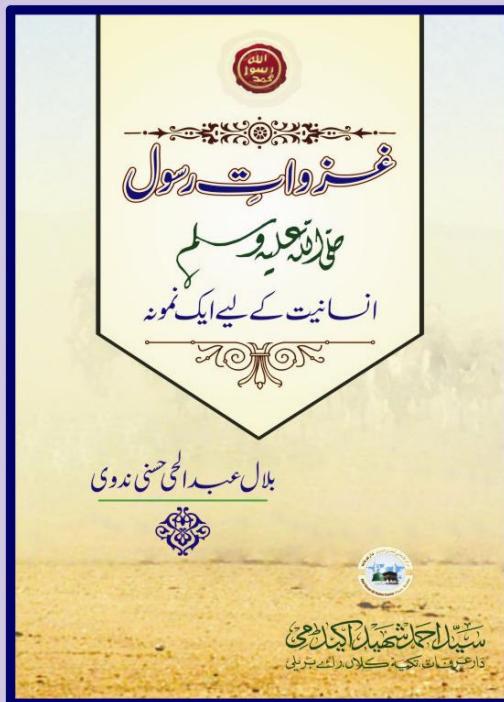
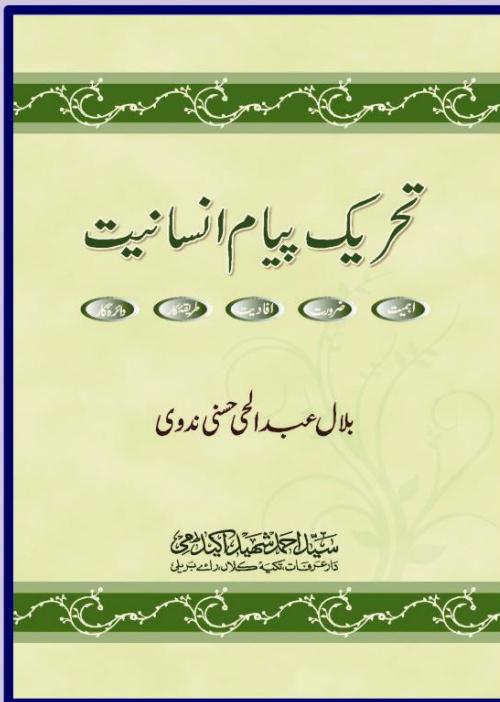
☆ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَى
ابْرَاهِيمَ وَآلِ ابْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (البيهقي)

☆ اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ
وَبَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
جَعَلْتَهَا عَلَى ابْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ ابْرَاهِيمَ إِنَّكَ
حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (مسند أحمد)

Volume: 09

APRIL 2017

Issue: 04



DECLARATION OF OWNERSHIP AND OTHER DETAILS
FORM 4 RULE 8

Name of Paper: Payam-e-Arafat
Place of Publication: Raebareli
Periodicity of Publication: Monthly
Chief Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
Nationality: Indian
Address: Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi
Dare Arafat, Takiya Kalan,
Raebareli (U.P.) 229001
Printer/Publisher: Mohammad Hasan Nadwi
Nationality: Indian
Address: Maidanpur, Post. Takiya Kalan,
Raebareli (U.P.) India
Ownership: Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi
I, Mohammad Hasan Nadwi, printer/publisher declare
that the above information is correct
to the best of my knowledge and belief.

(April 2017)

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi

MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI

E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9565271812

Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.

Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)